مقامِ مصطفیٰ ﷺ
علامہ سید محمود احمد رضوی
شعبۂ تبلیغ
دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کی روشنی میں

قرآنِ مجید کی (۱۸۶) آیات کی روشنی میں حضور سید المرسلین محبوب رب العلمین خاتم النبیین محمّد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلالتِ شان و منصب و مقام کا ایمان افروز باطل سوز مجموعہ

تالیف

علّامہ سیّد محمود احمد رضوی

حسبِ فرمائش

الحاج شیخ امیر بخش آف مخدوم کارپوریشن میکلوڈ روڈ لاہور

و ناظم شعبہ تبلیغ دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

حضور سید المرسلین - خاتم النبیین - رحمۃ اللعالمین

سید عالم - نورِ مجسم - رہبرِ مکرم - جانِ کائنات -

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے محبت اور آپ کا احترام روشنی ہے اور اس کے بغیر اندھیرا ہی اندھیرا ہے - اپنے دلوں کو عشقِ رسول کے پاک جذبے سے معمور رکھیے کہ یہ ہی ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے -

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
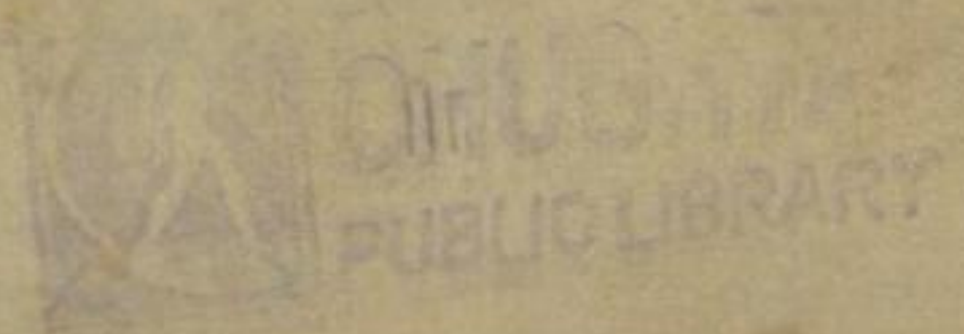
حمد بے حد مر خدائے پاک را
آنکہ ایماں داد مُشتِ خاک را

(عطارؔ)

ہزار بار بشویم دہن بمُشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گُفتن کمال بے اَدبی ست

(سعدیؔ)

ہر کہ عشقِ مُصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بَر در گوشۂ دامانِ اوست

(اقبالؔ)

مَرحَبا سیّدِ مکّی مَدنی العَرَبی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

(قدسیؔ)

سیّد و سرور محمّد نورِ جاں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں

(رومیؔ)

کَرِیمُ السَجَایا جَمِیلُ الشِیَم
نَبِی البَرَایا شَفِیعُ الاُمَم

(سعدیؔ)

عذر ہیم یا رسول اللہ عذر ہیم
نَدارم در جہاں جُز تو حبیبم

(جامیؔ)

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً اَبَداً
عَلیٰ حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّھِم

بوصیری

در دلِ مُسلم مقامِ مصطفےٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

اقبال

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

جمالی

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اقبال

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عُذر ھائے من پذیر

اقبال

ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مُصطفےٰ پنہاں بگیر

اقبال

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم	اللہ کے نام سے شروع جو نہایت
فاتحہ	مہربان رحم والا ہے۔

بسم اللہ قرآنِ مجید کی آیت ہے مگر سورہ فاتحہ یا کسی اور سورہ کا جز نہیں ہے۔ ہر نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہیئے۔ البتہ تراویح میں جو ختمِ قرآن ہوتا ہے اس میں ایک مرتبہ کہیں بسم اللہ جہر (بلند آواز سے) ضرور پڑھی جائے۔ قرآن کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کرنی چاہیئے، سوائے سورہ برات کے۔ سورۂ نمل میں آیتِ سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ بھی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ جزوِ آیت ہے۔ آیت کے ساتھ بہرحال پڑھی جائے گی۔ ہر مباح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ کھانے پینے پہننے اوڑھنے۔ غرضیکہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیئے البتہ ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن	سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے
(الفاتحہ)	جہانوں کا۔

ہر کام کی ابتدا میں جیسے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا بھی البتہ خطبہ جمعہ میں حمدِ الٰہی واجب ہے۔ خطبۂ نکاح اور دُعا اور ہر اچھے کام کے کرتے وقت اور کھانے پینے کے بعد حمدِ الٰہی مستحب ہے اور جب چھینک آئے تو سنتِ موکدہ ہے ——— ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالانا چاہیئے۔ خوشی کی حالت ہو یا غم کی۔

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیسِ خلوتِ شبہائے من

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (رحمٰن ' ۸ ')	بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت و بزرگی والا ہے۔

اللہ اللہ اَنْتَ لِی نِعْمَ الْوَکِیل
اَنْتَ رَبِّی اَنْتَ حَسْبِی یا جَلِیل

اللہ رب العزت جل مجدہٗ کی حمد و ثناء ، جلال و جبروت ، قدرت و عظمت کے بیان و اظہار سے زبان عاجز اور قلم مجبور ہے۔ معرفتِ الٰہی بڑی نعمت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت کسے حاصل ہے ؛ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت اور پہچان حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اور بے لیکن بایں ہمہ دربارِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔

لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ	الٰہی تیری حمد و ثنا جیسی کہ تونے اپنی فرمائی ہے میں نہیں کرسکتا۔ (مسلم)

اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی اس کے حضور عرض کرتے ہیں۔

مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ (گلستان)	الٰہی جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے ویسا ہم نے تجھ کو نہ پہچانا اور جیسی تیری عبادت کا حق ہے ویسی ہم تیری عبادت نہ کرسکے۔

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم	اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

آیاتِ بالا میں لفظِ اللہ خداوندِ ذوالجلال جل مجدہٗ کا عَلَم ہے۔ رحمٰن، رحیم، اِلٰہ، الحی القیوم۔ اس کی صفاتِ عالیہ ہیں۔

اللہ ذاتِ سبحانی کے لیے عَلَم ہے۔ کسی اور پر یہ لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ یہ صرف اسی کے لیے خاص ہے۔ اِلٰہ (اہ) سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان کے ہیں۔ تو اللہ وہ ہے جس کی شان وہم و ادراک سے بالاتر ہے ؎

وہ خود ہے جلوہ فشاں لا اِلٰہ الا اللہ

وجودِ غیر کہاں لا اِلٰہ الا اللہ

لفظ اللہ کے معنٰی سکون کے بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ وہ ہے جو قلبِ مضطر کی تسکین اور عارفین کے لیے آرامِ دل ہے۔ اس کے ذکر سے دل سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سُن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (الرعد ۲۸)

سکونِ قلبِ تپاں لا اِلٰہ الا اللہ

دوائے دردِ نہاں لا اِلٰہ الا اللہ

اللہ کے ذکر سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ معاشی حالت درست ہو جاتی ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔ (غاشیہ ۹، ۱۰)

اس آیت میں فلاح عام ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذکر کرنے اور نماز پڑھنے سے غریبی و مفلسی دور ہوتی ہے۔ سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت و پہلو تہی، غریبی، مفلسی اور پریشانیاں لاتی

ہے۔ معاشی و اقتصادی حالت خراب کر دیتی ہے ____ اور اگر اللہ کے ذکر سے غافل انسان کو دنیا کی آسائشیں مل بھی جائیں تو بھی سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور ایسے شخص کی دولت و نعمت اسے سکونِ قلب اور اطمینانِ ضمیر سے محروم رکھتی ہے قرآنِ مجید نے واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا	اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

ذکرِ الٰہی ہی دلوں کی زندگی، اہلِ ایمان کا زادِ راہ اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (انفال ۵)

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی مدح فرمائی ہے ____ اور سورہ منافقون میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (منافقون)	اور جس نے ذکرِ الٰہی سے غفلت کی وہ سخت نقصان میں ہے۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے اور جو اس کا ذکر نہیں کرتا وہ مُردہ ہے (بخاری و مسلم) ۲۔ دنیا و مافیہا سے بہتر اللہ کا ذکر ہے (احمد) ۳۔ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بزمِ ملائکہ میں ان پر فخر کا اظہار فرماتا ہے۔ ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ سب سے افضل عمل یہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہے (مسلم) ۴۔ ذکرِ الٰہی کی مجلسیں جنت کے گلستان ہیں۔ (احمد)

قرآنِ مجید میں جملہ اعمالِ صالحہ کے بعد ذکر کا تذکرہ ہے —— نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور نیک عمل سب اللہ کے ذکر کے مظاہر ہیں۔ ذکر زبان سے ہوتا ہے اور دل سے بھی۔ لیکن دل اور زبان بیک وقت ذاکر ہوں تو یہ ذکر کا اعلےٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کا ورد، اس کی حمد و ثنا، اس کے احکام کا ذکر اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا بیان و اظہار ذکرِ الٰہی کی ہی صورتیں ہیں —— حضور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دو کلمے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ زبان پر آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزانِ عمل میں بہت وزن دار ہیں۔ یعنی بڑے اجر و ثواب کے حامل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ — سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم (بخاری)

ان دو مقدس نورانی کلموں کا ورد باعث صد خیر و برکت ہے اور ان کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ دونوں کلمے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے جمال و جلال کے آئینہ دار ہیں —— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى	اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو
الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى (اعلیٰ[۲])	سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا

مطلبِ آیت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر عظمت و احترام سے، عجز و انکساری سے پیار و محبت سے کرو کیونکہ وہ خالق ہے جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب طریقہ پر فرمائی کہ جو اس کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان فکرِ انسانی سے ناممکن ہے۔ اس پاک، بے نیاز کے جلال و جبروت کا اندازہ یوں کیجئے کہ وہ ہستی مقدس جسے اس نے اپنا محبوب بنایا اور معفور و معصوم رسول بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ وہ بھی بارگاہِ الٰہی میں عاجزی و انکساری یوں فرماتے ہیں:

رَبِّ اغْفِرلِی وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ	میرے رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ہر حالت میں زبانِ رسول پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی۔ شب کے وقت ذوق و شوق اور وجد کی حالت میں اپنے رب کی عبادت کرتے۔ پوری پوری رات کھڑے رہتے۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ جب کوئی خوف و خشیت کی آیت آتی تو حضور خداوندِ قدوس جل مجدہٗ سے دُعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔ رحمت و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دُعا مانگتے۔ (مسند ابن حنبل ج ۶ صہ ۹۳) حضرت ابوذر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُالْحَکِیْم	الٰہی اگر تو انھیں عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو تُو غالب حکمت والا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ اس آیت کی تلاوت پر حضور کی بارگاہِ الٰہی میں التجا و دُعا کی یہ کیفیت رہی کہ آپ صبح تک یہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔ (ابن ماجہ) ے

اشک شب بھر انتظارِ عفوامت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

لفظ اللہ بغیر ہمزہ کے لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جائے گا جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر شئے کا مالکِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا۔

لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ	اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں

وَالْاَرْضِ	اور زمین کے خزانے
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (مائدہ ۱۷)	اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے جو چاہے پیدا کرتا ہے۔
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (مائدہ ۱۷)	اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ	اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں (بنی اسرائیل ۱۱۱)
اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ	بیشک تمہارا رب جب جو چاہے کرے (ہود ۱۰۷)
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ	بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (عنکبوت ۶۲)
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ	دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب

حسن وجمال، فضل وکمال، قدرت و اختیار، قوت وشوکت، بزرگی ورفعت علم ورویت، غیب وشہادۃ، حکومت وعزت، نصرت واعانت، جود وسخاوت غرضکہ ہر چیز اور ہر شے کا صرف وہی اکیلا حقیقی مالک اور متصرف وفاعل ہے۔ کیسی ہی بڑی اور برگزیدہ ہستی کیوں نہ ہو مالک حقیقی نہیں ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی جو فضل وکمال اور قدرت وتصرف حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے ہے۔ اس کی مشیت وارادہ کے بغیر کوئی ایک تنکا ادھر سے ادھر

نہیں ہلا سکتا۔

تمام عظمتیں اور بزرگیاں اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ تم مخلوقاتِ الٰہی میں سے خواہ کسی کی تعریف و توصیف کرو۔ تعریف تو رب العزّت جل مجدہ ہی کی قرار پائے گی کیونکہ خالقِ حسن و جمال صرف وہی ہے مگر اس خصوص میں بھی حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفٰے علیہ السلام کی شان کی کیفیت یہ ہے۔

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حُسن و جمال
اے حسیں تیری ادا اس کو پسند آئی ہے'

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حسنِ یوسف دمِ عیسٰے یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى
اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

حمد و نعت

① هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

وہی اول ، وہی آخر ، وہی ظاہر ، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

مشہور محدث اور مشکوٰۃ شریف کے شارح حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز اپنی تالیف مدارج النبوۃ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ یہ آیتِ مبارکہ حمدِ الٰہی بھی ہے اور نعتِ نبی بھی ہے۔

حمدِ الٰہی اللہ تعالےٰ قدیم ہے ہر شئی سے قبل۔ اول ہے بے ابتداء کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ۔ تھا تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔

وہ آخر ہے۔ ہر شے کے ہلاک و فنا ہو جانے کے بعد بھی رہنے والا۔ سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کے لیے انتہا نہیں ہے۔

② كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اور زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہو جائینگے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

جن ، انسان ، فرشتے ، انبیاء اولیاء اصفیا۔ غرضیکہ کل کائنات اس کے فضل و کرم کی محتاج ہے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے کل کائنات اس کے حضور سجدہ ریز ہے کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے۔

وہ ظاہر ہے یعنی دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ وہ ہر شے

پر غالب ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

وہ باطن ہے یعنی انسان کے سُننے سمجھنے دیکھنے اور پرکھنے کی تمام قوتیں اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس کے ادراک سے عاجز ہیں ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

وہ علیم ہے۔ ہر شے کا ازلی، ابدی، قدیم علم والا ہے۔ غیب و شہادت اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی عالم ہے۔ اس کا علم ذاتی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں۔

نعتِ نبی

حضورؐ اوّل بھی آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی

مذکورہ بالا آیت حضور سید الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نعت بھی ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے آیتِ بالا ہی کے پیشِ نظر بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کیا ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

حضورؐ اوّل ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے حضورؐ کے نُور کو پیدا فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ	تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نُور کو پیدا فرمایا۔
اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ ۔ (مدارج النبوۃ)	میں اللہ کے نُور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نُور سے ہے۔

تو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ظہور کا سبب بھی حضورؐ ہی کا نُور ہے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو	جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضورؐ ہی کے نورِ پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمنِ دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیمِ جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم۔ نہ گلِ خنداں کی بہارِ دلکشا مہکتے گلبن، مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائی سب اسی نورِ پاک کا صدقہ اور وسیلہ ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضورؐ ہی کی ذاتِ اقدس نورِ الٰہی، نورِ اول، نور الانوار اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والے مقدس، مطہر منور نور ہے۔

(۳) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (سورہ مائدہ آیت ۱۵)	بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ صلہ

اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نورِ محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے لیکن اللہ تعالےٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی۔ لیکن چراغِ محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کر سکیں گی۔

(۴) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا	چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں

صلہ مفسرین کرام نے نور سے حضورؐ کی ذات کو مراد لیا ہے۔ دیکھیے تفسیرِ کبیر صہ ۳۹۵ ج ۳ تفسیر ابن عباس صہ ۷۲ خازن ج ۱ صہ ۱۷۱ مدارک ج ۱ صہ ۲۱۴ روح المعانی ج ۶ صہ ۸۷ روح البیان ج ۱ صہ ۵۴۸ معالم التنزیل ج ۲ صہ ۲۳ درمنثور ج ۳ صہ ۱۲۱ مدارج النبوۃ۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی۔ شفا ج ۱ صہ ۱ تفسیر جلالین۔ تفسیر ابن جریر امداد السلوک صہ ۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب صہ ۲ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ۔

سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سورۂ مائدہ میں فرمایا۔

۵ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ۔ (مائدہ ۳)

آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہارے لیے بطور دین اسلام کو پسند کیا

حضورؐ کی ذات پر دین کی تکمیل بھی ہوئی اور نبوّت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اب نہ تو کوئی نبی و رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نبوّت و رسالت کی وحی آ سکتی ہے۔ اس لیے حضورؐ آخر بھی ہیں۔

حضورؐ ظاہر بھی ہیں۔ ظاہر ایسے کہ کائنات کی ہر چیز حضورؐ کو جانتی ہے۔ سارا عالم آپ کو پہچانتا ہے۔ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوتا ہے۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔ درخت، جانور اور پتھر آپ کو سجدہ کرتے۔ آپ سے ہم کلام ہوتے اور آپ کی بارگاہِ عالی میں سلام عرض کرتے ہیں۔ جنّت کی ہر چیز پر حوروں کی پیشانیوں پر، غلمانوں کے سینوں پر، جنّت کے درختوں اور ان کے پتوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے مقدس اور محبوب رسولؐ کا نامِ نامی، اسمِ گرامی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ نماز میں، روزہ میں، حج میں، زکوٰۃ میں، جہاد میں، صدقات میں، حتیٰ کہ کلمہ میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است　　آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

حضورؐ نبی اوّل ہیں

سب سے پہلے نبوّت بھی حضورؐ کو عطا ہوئی۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ترمذی، بخاری)

میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم و رُوح کے درمیان تھے۔

اَنَا اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِى الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِى الْبَعْثِ (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۳)

میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں۔

تیرا پیچھے آنا ہے ترا ختمِ نبوّت کی دلیل | اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

میثاق کے دن اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں، کے جواب میں سب سے پہلے بلیٰ (ہاں کیوں نہیں) کہنے والے بھی حضورؐ ہی ہیں۔ قبرِ مبارک سے سب سے پہلے اُٹھنے والے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے، سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے اور بروزِ حشر امّت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضورؐ ہی ہیں ــــ غرضیکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اوّل ہونے کا سہرا بھی حضورؐ ہی کے سر پر ہے ؎

رُسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے انکے شمار کو | مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روزِ شمار ہو

حضورؐ آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر آپ کا ظہور ہوا۔ خاتم النبیین۔ آپ ہی کی شان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے آخری کتاب قرآن آپ پر ہی نازل کیا۔ آپ کا دین بھی آخری دین۔ آپ کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ دین۔ قیامت تک حضورؐ ہی کا دین باقی رہے گا ؎

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبا نہ ڈوبے ہمارا نبیؐ

(۶) اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب) | اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنیٰ آخری رسول کے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں عاقب ہوں۔

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ | جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ | میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضورؐ خاتم النبیینؐ ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذاتِ اقدس پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ آپ آخری رسول ہیں۔

یعنی حضور کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعتِ محمدیہ پر عمل کریں گے اور اسی شریعت کا حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ حضور کا آخری نبی ہونا قطعی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر ہوگا اور خارج از اسلام ہے۔

ختم ہے سلسلۂ وحی و نزولِ جبرئیل | کوئی پیغام نہ آیا ترے پیغام کے بعد

ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور آتا ہی رہا۔ اللہ تعالےٰ نے یکے بعد دیگرے نبوت، رسالت کو جاری رکھا۔ حضرت آدم آئے، نوح آئے، ابراہیم آئے، مسیح کلمۃ اللہ آئے (علیہم السلام) آتے ہی رہے کیوں؟ یہ سب مقصودِ حقیقی نہ تھے اگر مقصودِ حقیقی ہوتے تو سلسلہ نبوت جاری رکھا جاتا۔ مگر حضور سرورِ کونین کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپ مقصودِ حقیقی ہیں اور مطلوبِ رب ہیں۔ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ نبوت آپ ہی کی مقصود

تھی۔ مقصد حاصل ہو جائے تو کام ختم ہو گیا۔ اس لیے اب نہ کسی رسول کی ضرورت رہی نہ کسی نبی کی اور نہ شریعت کی۔ قرآن نے اعلان کر دیا۔ خاتم النبیین۔ اب تو آفتابِ نبوت آ گیا۔ تاروں کی کیا ضرورت، اب تو دینِ کامل آ گیا اس لیے سب سابقہ شریعتیں منسوخ ہیں

تو ہے خورشیدِ رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے

اور — اب تو رسالت کا نیرِ اعظم اور ہدایت کا ماہِ تاباں آ گیا جس کا چشمِ فلک کو عرصہ سے انتظار تھا۔

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضور علیہ السلام عزیز ہیں

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ — ترجمہ:- تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے۔ آیتِ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو صفتِ عزیز سے نوازا ہے۔ عزیز عَزَّ یَعِزُّ بفتحِ عین ہو تو اس کے معنیٰ شاق اور سخت ہوں گے۔ عنت جس سے عنتم بنا کے معنیٰ مشقت، ہلاکت، خطا و فساد کے ہیں۔ آیت کے معنیٰ یہ ہوئے کہ حضور علیہ السلام عزیز ہیں یعنی امت کو تکلیف ہو تو آپ کو ناگوار ہوتی ہے جیسے حضور سارے جہان کے لیے رحمت ہیں۔ ایسے ہی آپ ساری کائنات کے لیے عزیز بھی ہیں۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

عزیز، عزت سے ہو تو اس کے معنیٰ قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور عزیز وہ ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس بنا پر عزیز کے معنیٰ ہوتے عزت

والے شوکت والے۔ بیشک حضور کی شوکت وعظمت (جو انھیں ان کے خالق و مالک نے عطا فرمائی ہے) کا اندازہ کون کرسکتا ہے ؎

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں؟
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

حضور علیم بھی - اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا علم حضور کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سب سے زیادہ جاننے والے بھی حضور ہیں اور اوّلین وآخرین کے تمام علوم ومعارف کے جامع بھی حضور ہیں۔ غیب وشہادت حضور کے پیشِ نظر ہے ؎

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ جلی وخفی ہے

حضور کو اللہ تعالےٰ نے تعلیم دی

قرآنِ مجید میں فرمایا:-

(۷) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ - (رحمٰن آیت ۱-۳)

رحمٰن نے اپنے محبوب رسول کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انھیں سکھایا۔

مفسّرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے حضور مراد ہیں اور بیان سے علم ماکان و مایکون مراد ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے جو کچھ ہوگیا اور جو آئندہ ہوگا سب کا علم حضور کو عطا فرمایا اور سکھایا۔ اس لیے حضور هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بھی ہیں۔ تفسیر خازن ؒ

بلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

اسمِ محمد کی خصوصیت

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - محمد اللہ کے رسول ہیں۔ سورہ فتح آیت

تاریخ شاہد ہے کہ حضور سے پہلے کسی کا نام محمد نہ تھا۔ نہ انبیاء کا، نہ اصفیاء کا اور نہ

عام انسانوں کا۔ صرف حضورؐ ہی وہ ہستیٔ مقدس ہیں جن کا نام اللہ تعالےٰ نے محمدؐ رکھا

⑧ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ	اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں۔ (آلِ عمران آیت ۱۴۴)

انبیاءِ کرام کے ناموں پر غور کیجئے۔ آدمؑ موسےٰؑ عیسےٰؑ، یعقوبؑ، یحیےٰؑ، اسحٰقؑ، نوحؑ از روئے لغت صرف نام کے معنیٰ و مفہوم سے نام والے (مسمیٰ) کی عظمت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں ملتا۔

آدم، گندم گوں رنگ والا۔ نوح، آرام۔ اسحٰق، ہنسنے والا۔ یعقوب، پیچھے آنے والا۔ موسیٰ، پانی سے نکالا ہوا۔ عیسےٰ، سُرخ رنگ

لیکن حضورؐ کا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی شان ہی نرالی ہے۔ صرف نام کے لغوی معنے سے نام والے (مسمیٰ) کی عظمت و برتری کا اظہار ہو رہا ہے۔ محمدؐ، حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ ہوئے "تعریف کیا ہوا" یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کی تعریف و توصیف زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے کی ہے۔ یہ نام قدرتِ الٰہیہ کی طرف سے خود ایک معجزہ ہے کہ اس نام والا ضرور امام الانبیاء اور سرتاجِ کائنات ہے ؎

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں　　　خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

وہ حضورؐ ہی ہیں جن کا نام کروڑوں انسانوں کی زبانوں پر جاری ہے۔ قلوبِ مسلمین میں اس نام کا احترام جاگزیں ہے۔ مساجد کے بلند میناروں سے اسی کا نام سنائی دیتا ہے۔ اذان و اقامت میں اسی کے نام کی گونج ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا ثناخواں ہے۔ حضورؐ کے مقامِ شفاعت کا نام بھی مقامِ محمود، آپؐ کے شاہی جھنڈے کا نام لِواءُ الحمد اور اسی مناسبت سے آپؐ کی امت کا نام حمادون ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا۔

⑨ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ	قریب ہے کہ تمھیں تمہارا رب ایسی جگہ

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا - بنی اسرائیل آیت ۸ | کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

حضورؐ مقامِ محمود پر فائز ہیں

روزِ محشر حضورؐ کو ایک جھنڈا بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا جھنڈا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور جلوہ فرما ہو کر امت کی شفاعت کریں گے یا مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حشر کے دن، تمام انبیاء، اولیاء، اصفیاء، شہداء، جن اور انسان حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف کرینگے۔

فقط اتنا سبب ہے اِنعقادِ بزمِ محشر کا | کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

محمدؐ - احمدؐ - محمودؐ ــــ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خلاصہ آیات یہ ہے کہ حضور محمدؐ ہیں۔ کل دنیا ان کی مدّاح سارا جہان ان کا ثناخوان ہے۔ حضور محمود بھی ہیں۔ آپ کی تمام صفات اور سیرت و صورت بھی محمود ہے۔ قول و عمل اور تعلیم و تربیت بھی محمود ہے۔ علم و فضل اور حسن و جمال بھی محمود ہے۔ وہ خود بھی محمود ہیں اور ان کا پیدا کرنے والا ربّ العٰلمین بھی محمود ہے۔

حضور احمدؐ بھی ہیں (احمد بھی حمد سے بنا ہے) احمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جنھوں نے اپنے خالق اور اپنے مالک کی حمد و ثناء سب سے بڑھ کر کی ہے اور اپنے رازق اپنے ہادی، اپنے معطی کی تعریف و تکریم اور حمد و نعت کا ایک معیار قائم کیا ــــ مدّاحِ رسول سیدنا حسان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بارگاہِ نبوت میں عرض کرتے ہیں۔

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ | اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا نام ان کی جلالتِ شان کی بنا پر اپنے نام سے مشتق کیا۔

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ | تو عرش والا محمود ہے اور حضور محمدؐ ہیں

یہ اسمِ پاک چشمۂ فیضانِ عام ہے | نامِ خدا کے ساتھ یہ ہی ایک نام ہے

(۱۰) مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ الصف آیت ۶ | اور ان رسول کی بشارت سُناتا ہوں جو مرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو حضورؐ کی بنام احمد بشارت دیتے ہوئے آئے۔ اس لیے قرآن میں حضور کا نام احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بھی ہے جو حمد ہی سے نکلا ہے۔ معنیٰ یہ ہیں کہ حضورؐ ہی احمد ہیں جنھوں نے بارش کے قطرات، ریت کے ذرّات سے بھی بڑھ کر اپنے خالق، مالک، رازق کی ثناء کی اور کل دُنیا سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد فرمائی اور یہ عظیم و جلیل اعزاز بھی صرف حضورؐ کو حاصل ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنے رب کے حامد ہیں اور سب سے زیادہ اپنے رب کی ذات و صفات کے عارف، جاننے والے ہیں۔ حدیثِ صحیح میں حضورؐ نے فرمایا۔

أَنَا أَعْرَفُكُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّكُمْ لَهُ خَشْيَةً (ترمذی) | میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے حضور خشیت والا ہوں۔

واضح رہے کہ معرفت وہ نور ہے جس کے ذریعے ذات و صفاتِ الٰہی کی پہچان ہوتی ہے۔ جب اس مرتبہ پر کوئی فائز ہو جائے تو پھر وہ دلیل و برہان و وسائط اور شواہد حتیٰ کہ ذات و صفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ اگر حاصل ہے تو کائناتِ انسانی میں صرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ شبِ معراج اسی معرفت کا عملی ظہور ہوا یعنی ؎

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضورؐ صاحبِ حکمت ہیں

(۱۱) وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ

والحکمۃ (سورۂ نسا، آیت ۱۱۳)	اور آپ پر اللہ نے کتاب اور حکمت نازل کی۔

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت کے متعلق قرآن نے تصریح کی۔

(۱۲) وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔	جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔

آیتِ بالا سے واضح ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکمت عطا فرمائی یعنی خیرِ کثیر سے نوازا۔ خیرِ کثیر میں ہر فضل و شرف اور کمال و خوبی آجاتی ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ ہر کمال اور ہر فضل کے جامع ہیں۔ کوئی کمال ایسا نہیں جو حضورؐ کی ذاتِ ستودہ صفات میں نہ پایا جاتا ہو یعنی ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کا مخزن بنایا ہے

چنانچہ سورۂ فتح میں حضورؐ کو مخاطب بنا کر اس امر کا واضح اعلان فرما دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام دینی و دنیوی نعمتیں عطا فرما دی ہیں۔

(۱۳) وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ	اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے۔ (فتح آیت ۲)

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سب کچھ سکھا دیا ہے

(۱۴) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ سورہ نسا آیت ۱۱۳

ترجمہ:۔ اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے خود تعلیم دی اور وہ سب کچھ حضورؐ کو سکھا دیا۔ جس کا حضورؐ کو علم نہ تھا۔ شاگرد اُستاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا

ہے۔ استادِ کامل ہو تو شاگرد میں بھی استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جب حضور اللہ تعالیٰ کے تلمیذ و شاگرد قرار پائے تو حضور اللہ تعالیٰ کے علمِ بے نہایت کے مظہر اور آئینہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم حضورؐ کے سینۂ اقدس میں ودیعت رکھ دیئے۔ اسے کون سمجھ اور بتا سکتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب و شہادۃ کے ذرہ ذرہ کا علم حضور کو عطا فرما دیا جس پر آیت کے الفاظ مالم تکن تعلم دلیلِ واضح ہے۔

سرِ عرش پر ہے تری گذر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضورؐ کا علم نسیان سے پاک ہے

پھر اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو جن علوم و معارف سے آگاہ فرمایا۔ اس کے متعلق یہ بھی اعلان فرمایا کہ آپ کا علم بھول (نسیان) سے پاک و منزّہ ہے۔

(۱۵) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ

اے رسول ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پھر آپ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے

(سورہ اعلےٰ آیت ۶)

تفسیر خازن میں ہے یہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ماشاء اللہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہی نہیں جو کچھ اللہ نے حضورؐ کو تعلیم دی ہے حضور اسے بھول جائیں۔ لہٰذا حضورؐ کا علم نسیان سے پاک ہے۔

حضورؐ پر اللہ کا بڑا فضل ہے

(۱۶) وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (نساء آیت ۱۱۳) ترجمہ: اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کے متعلق فرمایا۔

(۱۷) هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ | اور اللہ ہی ہے بلند بڑائی والا۔ (بقرہ آیت ۲۵۵)

حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ حضورؐ کے خلق کے متعلق فرمایا۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ | بیشک آپ کی خو بو بڑی شان کی ہے۔ (قلم آیت ۴)

دنیا و مافیہا کی نعمتوں اور سامانِ کائنات کے متعلق فرمایا۔

(۱۸) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ۔ | تم فرما دو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ (نساء آیت ۷۷)

غور کیجئے اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک بھی عظیم۔ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک بھی عظیم اور حضورؐ کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم بھی عظیم۔ اور اس کے مقابل اللہ تعالےٰ نے ساری کائنات اور اس کے ساز و سامان کو قلیل فرمایا۔ جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جیسے اللہ عزّ و جل کے جمال و جلال اور عظمت و رفعت کا اندازہ لگانا انسان کے لیے ناممکن ہے ایسے ہی جو فضل و شرف اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو عطا فرمایا ہے اس کی عظمت کو جاننا اور سمجھنا بھی انسان کی سرحدِ عقل سے باہر ہے۔

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

حضورؐ کے فضل و شرف کی انتہا نہیں

حضرت علامہ بوصیری قدس سرہ العزیز بارگاہِ رسالت کی عظمت میں کہتے ہیں

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

حضور سیّد المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے جسے

کوئی زبان بیان کر سکے ۔ یہ شعر آیتِ بالا کی صحیح تفسیر ہے ۔ بیشک فرشتوں نے انبیاء کرام نے صلحائے امت نے عام انسانوں نے حضور کی نعت کہی ۔ آپ کے اوصافِ جمیلہ بیان کئے ۔ مگر حضورؐ کے دفترِ اوصاف سے ایک نقطہ بھی بیان نہ ہو سکا ۔ کیونکہ بیان کرنے والوں نے آپ کے فضل و کمال سے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ حد کے اندر رہے اور حضورؐ کے اوصافِ حمیدہ حد سے باہر ہیں ـــــ آیتِ بالا بتا رہی ہے کہ حضورؐ پر رب العلمین کا بڑا فضل ہے ۔ اس بڑے فضل کا کنارا کسے ہاتھ آ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد) حضور ہی کر سکتے ہیں ۔ ایسے ہی حضور کی صفت اور حضور کے مرتبہ و مقام کی عظمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور بیان فرما سکتا ہے ؎

تیرے تو وصفِ عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضورؐ کو شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا ہوئی

(۱۹) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

(انشراح ۱) ترجمہ :۔ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا۔

آیتِ بالا سے واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو شرحِ صدر کی نعمت سے نوازا۔ آپؐ کے سینۂ اقدس کو نور و معرفت کا خزینہ اور علم و حکمت کا گنجینہ بنا دیا ۔ حضورؐ کے سینہ کو وہ سکون و اطمینان عطا فرمایا کہ وہ فیضِ ربانی کا مرکز اور وحی (قرآن) جیسی جلالِ الٰہی سے لبریز چیز کا مخزن بن گیا ۔ قرآن نے تصریح کی ـــــ کہ اگر قرآنِ مجید پہاڑ جیسی سخت چیز پر نازل کیا جاتا

(۲۰) لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

تو وہ وحیِ الٰہی کے جلال سے ریزہ ریزہ ہو جاتا (سورہ حشر آیت ۲۱)

مگر یہ رتبہ اور مرتبہ حضور ہی کو حاصل ہے کہ وحی جیسی پُر عظمت و جلال چیز کا

آپ کا قلب منوّر مخزن بنا۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کی اس عظمت کا یوں اعلان فرمایا۔

(۲۱) فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ	تو جبرئیل نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن اُتارا۔

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے
انسان تو ہے لیکن انسان نرالا ہے

جناب موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بارگاہِ الٰہی میں شرح صدر کی دُعا مانگی۔

(۲۲) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔	الٰہی میرا سینہ کھول دے۔ (طٰہٰ آیت ۲۵)

اللہ اکبر، حضرت موسیٰ عرض کریں پھر ان کا شرح صدر ہو اور حضور سرور انبیاء کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بے مانگے حضور کا شرح صدر فرما رہا ہے۔ الم کا لفظ استفہام تقریری ہے یعنی اللہ تعالےٰ حضور سے تصدیق کا سوال فرما رہا ہے کہ اے رسولِ محترم ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ یعنی کھول دیا ہے اور علم و معرفت سے بھر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سینۂ نبوی میں علم و عرفان کے عظیم و جلیل سمندر رواں و دواں فرما دیئے؟ انھیں کون جان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے ؎

عرش تا فرش سب آئینۂ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے اُمّی تری دانائی کی

سورہ زمر میں فرمایا۔ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

(۲۳) فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔	وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہیں (سورہ زمر آیت ۲۲)

یعنی ایسی شخصیت کو اللہ تعالےٰ یقین و ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے، ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ نعمت سب سے زیادہ عطا ہوئی۔ اسی لیے حضور نے فرمایا۔

وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِيْ	یقین میرا سرمایہ ہے۔ (شفاء قاضی عیاض)

سورہ ذاریات میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۲۴) وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ (ذاریات ۲۰) | یقین والوں کے لیے زمین کے اندر نشانیاں ہیں۔

یعنی دنیا و مافیہا میں اللہ تعالےٰ کی آیات، نشانات اس کی صناعی اور قدرت کا مشاہدہ اور معائنہ اور پھر اس مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا اہلِ یقین ہی کا حصہ ہے۔ بے لہذا حضور کائنات میں اللہ تعالےٰ کی نشانیوں کے سب سے زیادہ مشاہدہ کرنے والے اور جاننے والے ہیں ؎

عالم میں کیا ہے وہ تجھے جس کی خبر نہیں
ذرہ ہے کونسا تری جس پر نظر نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی

(۲۵) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح آیت ۴)

ترجمہ :۔ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

یہ حضور سرور کائنات علیہ السلام کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی کا ذمہ خود رب العلمین جل مجدہٗ نے اپنے ذمہ لیا۔ ایسے ہی جیسے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی اور اعلان فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (الحجر آیت ۹) | بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔

تو جیسے قرآن کی حفاظت میں کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی حضورؐ کے ذکر کی بلندی میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی تمام طاغوتی طاقتیں مجتمع ہو کر بھی آپ کے ذکر کو روکنے اور اس کی بلندی کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو کبھی اور کسی حالت میں بھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ ذکرِ رسول کی بلندی کا محافظ خدا ہے ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

ذکرِ رسولؐ کی رفعت کے متعلق، ملکوتیوں کے سردار اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے رسول کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا۔

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ | جب میرا ذکر کیا جائیگا تو اے رسول آپ
(خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۹۶) | کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

صحابی رسولؐ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں جو اللہ تعالےٰ کے اقرار و شہادت کے ساتھ حضورؐ کی رسالت کا اقرار اور شہادت نہ دے ؎

خطبات میں، کلموں میں اقامت میں اذاں میں　　ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمدؐ

پس ذکرِ رسولؐ ذکرِ خدا ہے جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفٰےؐ بھی ہے۔ یعنی

کان جدھر لگائیے ان کی ہی داستان ہے ؎

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر　　بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

حضورؐ کی ذات وصفات کا محافظ اللہ تعالےٰ ہے

لُطف کی بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنی حفاظت میں لیا ہے۔ ایسے ہی صاحبِ قرآن حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کی حفاظت ونگرانی بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مخاطب بنا کر اعلان فرمایا۔

(۲۷) وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ | اور اللہ تمہاری نگہبانی فرمائے گا لوگوں سے۔ (مائدہ آیت ۶۷)

(۲۸) اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ | سب لوگ اللہ کے قابو میں ہیں کہ آپ

پر دسترس پائیں۔ (اسرار آیت ۶۰)

(۲۹) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (طور آیت ۴۸)

اے محبوب رسولؐ آپ اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہیئے بیشک آپ ہماری نگہداشت میں ہیں۔

سبحان اللہ قرآن جو اللہ کا کلام اور انسانیت کے لیے آخری دستورِ حیات ہے۔ اللہ تعالٰی نے لحافظون فرما کر اسے ابدی طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا۔ تو اسی طرح جس ہستیٔ مقدس کو اللہ تعالٰی نے رسولِ کل اور نبی آخر بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اسے بھی یعصمك من النّاس فرما کر اپنی ازلی حفاظت میں لے لیا۔

قرآن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا۔

(۳۰) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اُس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

(حٰم سجدہ آیت ۴۲)

(۳۱) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ

تم فرماؤ۔ اگر جن و انس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے۔

(بنی اسرائیل ۸۸)

تو جب قرآن حفاظت خداوندی میں آنے کی وجہ سے تحریف و تبدیل، کمی و زیادتی اور باطل کی آمیزش سے محفوظ، بے مثل و بے مثال ہو گیا۔ تو ایسے ہی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب و نقص سے پاک و منزّہ اور بے مثل و بے مثال ہو گئے۔ جیسے قرآن کا مثل لانا ناممکن ہے ایسے ہی حضورؐ کی مثال دکھانا بھی ناممکن ہے۔ جیسے قرآن ایک محفوظ کتاب ہے ایسے ہی حضورؐ کا قول و عمل، سیرت و کردار بھی

رہتی دنیا تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ جیسے قرآن، ربِ ذوالجلال کا کلام اور نوعِ انسانی کے لیے آخری ضابطۂ حیات ہے۔ ایسے ہی حضور نورِ الٰہی، اللہ کے آخری رسول اور ساری کائنات کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ حضور کی ذات اور حضور کی صفات بھی قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

سب سے اعلےٰ و اولیٰ ہمارا نبیؐ

سب سے بالا و والا ہمارا نبیؐ

اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی ہے

(۳۲) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

(البقرۃ آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیے۔

اس آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ انبیاء کرام کے مراتب جداگانہ ہیں۔ بعض حضرات بعض سے افضل ہیں اگرچہ نبوت میں سب برابر ہیں مگر کمالات و فضائل میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے (خازن و مدارک) رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰت سے حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا علیہ السلام کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کو سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی ہے۔ قرآن نے درجوں کے شمار کا ذکر نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا حضور کا مرتبہ و مقام اتنا بلند و بالا ہے جو کسی کے وہم و خیال میں نہیں آسکتا اور آپ کے درجہ کی بلندی کا ادراک انسان کی سرحدِ عقل سے باہر ہے ؎

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا ۔۔۔ نیرّ نور ہو تم سارے رسل تارے ہیں

حضور فضل و شرف کے سورج علم و حکمت کے چاند اور انبیاء کے سردار اور تمام رسولوں

سے افضل اور تمام کمالات کے پیکرِ حسین ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِین (بیہقی)	میں سارے جہان کا سردار ہوں ؐ

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی،
چاند بدلی کا نکلا ہمارا ــــ نبیؐ

حضورؐ سیّد المرسلین ہیں

(۳۳) یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (یٰسٓ)

ترجمہ:۔ اے یٰس ۔ اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ مرسلوں سے ہیں۔

حضورؐ سیّد ہیں۔ انھیں ان کے رب نے پیدا ہی سیادت (سرداری) کے لیے کیا ــ مگر سید کہلانے سے ایسے ہی بے نیاز ہیں جیسے اللہ رب العزت رب کہلانے سے بے نیاز کوئی کہے یا نہ کہے، کوئی مانے یا نہ مانے اللہ تعالےٰ رب العلمین ہے اور اس کا محبوب رسول سید العلمین ہے ۔ حضور سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ (مسلم و ابوداؤد)	روزِ قیامت میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔

وُلد وَلد کی جمع ہے ظاہر ہے کہ وُلدِ آدم کے دائرہ میں ہر بشر، ہر انسان، ہر آدم داخل ہے۔ جملہ اوّلین و آخرین اس جملہ میں شامل ہیں۔ خود سیدنا آدم علیہ السلام میں اس میں شامل ہیں جس کی تصریح خود حضورؐ نے فرمائی ہے کہ

آدم وَمَنْ دونہ تحت لِوائیِ (احمد ۔ ترمذی ۔ ابن ماجہ)	آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبیؐ

حضور کی ذاتِ اقدس تو سید الاوّلین و آخرین ہے ہی مگر حضور سے فیض پاکر اور مشکوٰۃِ نبوت سے نور و بصیرت کی دولت حاصل کرنے والے نفوسِ قدسیہ بھی سیادت کے

شرف سے مشرف ہو گئے۔ حضراتِ حسنین کریمین علیہما السلام کے متعلق حضور نے فرمایا۔

سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ	جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

حضورؐ کے وزراء کرام امیر المومنین صدیقِ اکبر اور امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی بارگاہِ نبوّت سے اسی اعزاز سے مشرف ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

ھٰذَانِ سَیِّدَا کُہُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ۔	ابوبکر و عمر جنّت کے ادھیڑ عمر کے افراد کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

اصدق الصادقین سیّد المتقین

چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

حضورؐ کل جہان کے لیے رسول ہیں

انبیاء سابقین خاص اپنی قوم کے لیے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ قرآنِ مجید نے تصریح کی کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا۔

(۳۴) اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ (ابراہیمؑ)	مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے

جنابِ نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِلٰی قَوْمِہٖ حضرت ہود کے متعلق فرمایا۔ الیٰ عاد حضرت صالحؑ کے متعلق فرمایا۔ اِلیٰ ثمود حضرت شعیبؑ کے متعلق وَاِلیٰ مدین حضرت موسیٰ کے لیے فرمایا الیٰ فرعون حضرت ابراہیمؑ کے لیے فرمایا علیٰ قومہٖ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا۔ اِلیٰ بنی اسرائیل (صلے اللہ علیہ وسلم) تو ہر نبی اور رسول خاص اپنی قوم کے لیے رسول و نبی بنا کر بھیجا گیا ——— لیکن حضور سید المرسلین علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

(۳۵) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔	نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر ساری کائنات کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔ (السبا ۲۲)
(۳٦) اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ	اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم سب

جَمِیْعًا ۔ (الاعراف ۱۵۸) | کی طرف ۔

(۳۷) لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان-۱) | (ہم نے آپ کو) سارے جہان کے لیے (نذیر) ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے محمد مصطفےٰ علیہ السلام اس کے رسول ہیں ۔ (مدارج النبوۃ) خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔

مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ | کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو ۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہ ہی سرکار ہے

انبیاء کرام سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا

یہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بہت بڑی فضیلت اور خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور کی ذات والاصفات پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا ۔

(۳۸) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (آلِ عمران ۸۱) | اے محبوب یاد کیجئے ۔ جب خدا نے تمام انبیاء سے عہد لیا ۔

اور تمام انبیاء کرام نے بحضور رب العلمین حضور پر ایمان لانے کا عہد کیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنے ۔

(۳۹) وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ (آلِ عمران ۸۱) | اور خود اللہ تعالےٰ نے بھی اپنی ذات کو گواہوں میں شامل فرمایا ۔

حضور کی دنیا میں آمد سے قبل آپ کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا کی جاتی تھی

اسی عہد کے مطابق

تمام انبیاء کرام اپنی اپنی مجالس میں حضورؐ کی مدح و ثنا فرماتے رہے اور اپنی اپنی امتوں سے حضورؐ پر ایمان لانے کا عہد لیتے رہے۔ حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے تشریف لائے (ابن جریر) حتیٰ کہ حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل

(۴۰) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرۃ ۸۹)

کافروں پر حضورؐ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۰ کی توضیح ہی میں حضورؐ نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ آج اگر جناب موسےٰ دنیا میں ہوتے تو میری اطاعت اور

مَا وَسِعَهُ اِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِىْ (احمد دارمی)

میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی۔

خلق سے اولیاءؑ، اولیاءؑ سے رُسل اور رسولوں کا آقا ہمارا نبیؐ

حضورؐ ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں

اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو مخاطب بن کر فرمایا۔

(۴۱) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۱۰۷)

اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا جو کچھ ہے۔ انبیاءؑ اولیاء، اصفیاء۔ زمین آسمان چاند سورج، نباتات و معدنیات وغیرہ سب عالم میں شامل ہیں اور حضورؐ ان سب کے لیے ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں اور اللہ تعالےٰ کی نعمت ہیں۔ اسی لیے اولیاء کاملین و علماء دین فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک، ابتداء سے قیامت تک جس کسی کو جو نعمت و دولت ملی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضورؐ ہی کی بارگاہِ بیکس پناہ سے بٹی اور

بٹتی ہے۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی

اللہ تعالٰے دینے والا ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔ (بخاری)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم　　دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضورؐ ہادیٔ انسانیت ہیں

(۴۲) وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ترجمہ: بیشک آپ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں۔

ہدایت کے ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ کسی کے دل میں ہدایت کو پیدا فرما دینا۔ (خلق) یہ صفت تو صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہدایت کے دوسرے معنیٰ ہیں کہ حق کی دعوت دینا و تبلیغ کرنا۔ دلائل و براہین سے حق کی حقانیت کو ظاہر کرنا اپنی خداداد روحانیت، اپنے کردار اور سیرت کی پاکیزگی، اپنے افعالِ حمیدہ و اقوالِ حکیمہ سے محض مخلوق کی خیر خواہی کے لیے انھیں سیدھا راستہ دکھانا۔ آیت بالا میں حضورؐ کو اسی معنیٰ میں ہادی فرمایا گیا ہے۔

حضورؐ کی ہدایت کا انداز بھی بے مثل و بے مثال تھا۔ کشادہ روئی، خلقِ عظیم، شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ بھی زبانِ نبوت سے نکلتا دشمن بھی موم ہو جاتا، اور سُننے والے کے قلب میں علم و عرفاں کے دریا موجزن ہو جاتے۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے جو انقلابِ عظیم برپا کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ زمین ہموار تھی اور حضورؐ کو با صلاحیت ساتھی مل گئے تھے۔ اگر وجہ یہ ہی ہوتی تو قرآن حضورؐ کو مُزکّی کبھی نہ قرار دیتا۔ قرآن نے حضورؐ کی ذاتِ اقدس کے متعلق اعلان فرمایا۔

حضورؐ مزکی عالم ہیں

(۴۳) وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ جمعہ آیت ۲

ترجمہ:- انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

تزکیہ کا تعلق دل سے ہے یعنی حضورؐ کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کے قلوب کو عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ اور اعمالِ خبیثہ سے پاک وصاف فرماتے ہیں۔

حضورؐ نبی اُمّی

حضورؐ اکرم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی ہیں۔ کتابِ مجید نے بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کا یہ ہی لقب انبیائے کرام واُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اگرچہ از روئے لغت اُمّی کے معنیٰ ان پڑھ کے بھی ہیں مگر حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے لیے یہ لفظ اس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے کہ آپ نہ کسی کے شاگرد ہیں اور نہ جن وانس وملائکہ میں آپ کا کوئی استاد ہے آپ کا علم وفضل خاص عطیۂ خداوندی ہے۔ آپ کو شاگردی کا شرف صرف رب العٰلمین سے حاصل ہے

(۴۴) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الاعراف، ۱۵)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

امی وقیقہ دانِ عالم ⁂ بے سایۂ سائبانِ عالم

حضورؐ سراج منیر ہیں

تاریخ شاہد ہے کہ حضورؐ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اخلاق وتہذیب سے نابلد، پاک وناپاک، جائز وناجائز، شائستہ وناشائستہ کی تمیز سے ناآشنا۔ ان کی زندگی گندی۔ ان کے طریقے وحشیانہ، زنا، جوا، شراب، چوری، رہزنی، قتل، خون ریزی، ان کا معمول۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہاتے، ان کی عورتیں برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتیں وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ محض اس خیال کی بنا پر کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے۔ وہ اپنے باپوں کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے۔ انھیں کھانے، لباس اور طہارت کے

معمول آداب بھی معلوم نہ تھے۔ دنیا جہان کی جہالتیں اور ضلالتیں ان میں جمع تھیں۔ بت پرستی ارواح پرستی، کواکب پرستی، درخت، پتھر حتیٰ کہ گوبر پرستی ان میں رائج تھی۔ جاہل ایسے کہ ستو کے بُت بناتے اور جب بھوک لگتی تو انھیں کا ناشتہ کر لیتے۔ ایسے جاہل، سرکش، غیر متمدن لوگوں کی اصلاح کا فرض حضور علیہ السلام کو سونپا گیا۔ ماحول سازگار نہ تھا۔ انسان باصلاحیت نہیں تھے۔ جہانگیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حضورؐ سرور کائنات، فخرِ موجودات، ہدایت و بصیرت کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ قرآن نے اعلان فرمایا۔

(۴۵) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب ۴۶)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر اور ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

دنیا کے بڑے بڑے انقلابی لیڈروں کا کارنامہ صرف یہ ہوتا ہے کہ فضا موجود ہوتی ہے ماحول سازگار ہوتا ہے۔ اسٹیج اور کام پہلے سے تیار ہوتا ہے پھر وہ اپنے نظریہ کو پھیلاتے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہیں اور ناکام بھی — لیکن حضورؐ صرف ایک عام انقلابی لیڈر کی طرح ہرگز نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور اللہ تعالے ہی کے سراجِ مُنیر ہیں۔ یہ خصوصیت تمام مذہبی و غیر مذہبی رہنماؤں میں صرف حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کو حاصل ہے کہ جو انقلاب آپؐ نے برپا فرمایا۔ اس کے لیے نہ مواد تھا اور نہ لوگوں میں عملی استعداد اور نہ مطلب کے آدمی، حضورؐ تنِ تنہا تھے ؎

ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار تھا

حضورؐ نے اپنی خداداد صلاحیت سے خود ہی فضا پیدا کی اور خود ہی مواد، حالات کی رفتار کا رُخ موڑ کر اس راستہ پر چلایا جس پر آپ چلانا چاہتے تھے۔ اس شان کا تاریخ انسانی

رسول اور ایسے عظیم مرتبہ کا نبی کل جہان میں حضورؐ کے سوا اور کوئی نہیں ہے ؎

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے　　اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضورؐ ہر خوبی و کمال کا خزانہ ہیں

(۴۶) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ترجمہ :۔ اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

آیتِ بالا سے واضح ہے کہ حضورؐ فضل و شرف، عزت و کرامت کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسنِ ظاہر بھی دیا، حسنِ باطن بھی۔ نسبِ عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی اور حکمت بھی، علم و معرفت بھی اور شفاعت و وجاہت بھی، حوضِ کوثر بھی اور مقامِ محمود بھی۔ کثرتِ امت بھی اور دشمنوں پر غلبہ بھی۔ غرضکہ بے حد و شمار فضیلتوں اور نعمتوں سے حضور کو نوازا۔

حُسنِ یوسف، دمِ عیسےٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

بحالتِ نماز آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھنا ممنوع ہے۔ حدیث میں اس فعل پر وعیدِ شدید وارد ہوئی ہے کہ جو بحالتِ نماز آسمان کی طرف نظریں اُٹھاتا ہے اسے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالےٰ اس کی آنکھوں کے نور کو نہ سلب فرمالے (بخاری) —— یہ قاعدہ تو عام لوگوں کے لیے ہے خواہ وہ بزرگی کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہوں مگر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان نرالی ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں حضور کے اعزاز کا یہ عالم ہے کہ اگر حضورؐ بحالتِ نماز اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم تمہاری مرضی پوری کر دینگے ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

حضور کو خوش کرنے کے لیے کعبۂ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا

(۴۷) قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔ (البقرۃ ۱۴۴) ——

ترجمہ ۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ۔

اگر لوگ بحالتِ نماز اپنی نظریں اٹھائیں تو انھیں وعید سنائی جائے کہ اندھا کر دیا جائے گا مگر حضور محبوبِ خدا بحالتِ نماز ہی نظریں اٹھائیں تو فرمایا جاتا ہے تمہاری خوشی پوری کر دی جائے گی —— حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰے تک ۔ سب کا قبلہ بیت المقدس تھا ۔ حضور علیہ السلام نے بھی سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے ۔ ایک روز حضور ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ قلبِ اقدس میں خیال آیا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے ۔

حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کعبہ ابراہیمی کا قبلہ بنایا جانا پسند تھا ۔ اسی بنا پر حضور نے بحالتِ نماز آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں ۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کی رضا جوئی کے لیے بیت المقدس جو قدیم سے تمام انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی قبلیت کو منسوخ کر دیا اور حضور کی مرضی کے مطابق کعبہ ابراہیمی کو قیامت تک کے لیے قبلہ مقرر فرما دیا ۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو حضور کی رضا مقصود و مطلوب ہے ۔ رضاءِ محبوب کے لیے کعبہ ابراہیمی قبلہ بنا ۔ کعبہ کو آج جو یہ عظمت حاصل ہے کہ روئے زمین کے اصفیاء اولیاء اور بندگانِ خدا اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں ۔ یہ سب حضور ہی کا عطیہ اور فیضان ہے ؎

ہوتے کہاں خلیل و بناءِ کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

(۴۸) وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ | اور بیشک پچھلی (گھڑی) تمہارے لیے

الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (ضحیٰ ۲۹، ۳۱)	پہلی سے بہتر ہے۔ قریب ہے تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے۔

آیتِ بالا میں اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب رسول سے یہ وعدہ ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ کے مرتبہ کو ترقیاں عطا فرمائے گا۔ روز بروز آپ کے درجے بلند فرمائے گا، عزت پر عزت، منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کی عظمت میں اضافہ ہوتا رہے گا ——— حضور کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔ آخرت میں آپ کی شانِ محبوبی کا اظہار ہوگا۔ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، مرتبہ شفاعت، تمام انبیاء و اصفیاء پر برتری اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں حضور کو عطا ہونگیں جو بیان سے باہر ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي ——— كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ	اس دن عزت و کرامت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہونگیں۔ میں انبیاء کا امام و خطیب اور ان کا شفیع ہوگا۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۴)

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم ——— نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

تعظیم و توقیرِ رسول کے بغیر عباداتِ الٰہی بیکار ہے

اللہ تعالےٰ نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کو فرضِ قرار دیا ہے سارے جہان سے زیادہ حضور کو عزیز رکھنا ایمان ہے اور جو حضور علیہ السلام سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے وہ مسلمان نہیں ہے۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے ——— یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

سورۂ توبہ میں فرمایا۔

"اے نبی تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی

تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان - ان میں کوئی چیز بھی اگر

حضورؐ سے محبت عین ایمان ہے

(۴۹) اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالےٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

(سورہ توبہ ع ۹)

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر جان و مال اولاد سے پیارا

اس آیت سے واضح ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی بھی چیز اللہ و رسول سے زیادہ عزیز ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے - اللہ تعالےٰ اسے راہ نہیں دے گا اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیئے۔

اسی آیت کی تفسیر میں خود سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

(بخاری)

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سورۂ فتح میں فرمایا۔

(٥٠) إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (فتح ع ۹)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔ اس کے بعد تیسرے درجہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے —— ایمان اور عبادت کے بیچ میں اپنے محبوب رسول کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بغیر ایمان تعظیم رسول کارآمد نہیں ہے۔ اور بغیر تعظیمِ رسول عبادتِ الٰہی بیکار ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر آپ سے عقیدت و محبت مدارِ ایمان، مدارِ نجات اور مدارِ قبولیتِ اعمال ہے۔ تعظیمِ رسول کے بغیر عبادت مقبول نہ کوئی نیک عمل باعثِ اجر و ثواب ؎

جنابِ مصطفےٰ ہوں جس سے ناخوش
نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

حضور علیہ السلام شاہد و مبشر ہیں

آیتِ بالا میں حضور سید المرسلین علیہ السلام کی دو اہم صفتوں کا ذکر ہے۔ اول شاہد گواہ۔ محدثِ کبیر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز "ویکون الرسول علیکم شهیداً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں —— کہ نبی اکرمؐ کے شاہد ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضورؐ اپنے نورِ نبوت سے اپنی امت کے ہر فرد کے نیک و بد اعمال، دل کا حال و احوال، ایمان و نفاق وغیرہ سے مطلع ہیں۔ اس لیے حضور کی گواہی امت کے حق میں دنیا و آخرت میں مقبول ہے۔ تفسیر عزیزی صہ ۶۷۶

اپنی ذات کے شاہد و شہید ہونے کی تفسیر میں حضور نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ اَكُنْ رَاَيْتُهٗ اِلَّا وَقَدْ رَاَيْتُهٗ مِنْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ (مسلم)	جو چیز بھی میں نے پہلے نہیں دیکھی اس کو یہیں سے دیکھ لیا حتّیٰ کہ جنّت اور دوزخ کو بھی۔

قرآنِ مجید میں اعلان کیا گیا کہ حضور علیہ السلام غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(۵۱) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (تکویر ۲۴)	اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

حضور کو غیب کا علم عطا ہوا ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (آلِ عمران ۲۵۴) ترجمہ:۔ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور حضور حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اس آیت سے اور اس کے سوا متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کا عالم ہونا حضور کا معجزہ ہے۔

دوم مُبَشِّر، بشارت دینے والا۔ کسی چیز کی بشارت اور خوشخبری وہی دے سکتا ہے جو عالم ہو۔ حضور نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا۔ کل تمہارے لیے

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا	جنت میرے ذمہ ہے (بخاری ترمذی)

ایک مقدس صحابی حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور کے لیے وضو کا پانی پیش کیا۔ حضور نے فرمایا مانگو۔ انھوں نے عرض کی۔ حضور میں آپ سے

سوال کرتا ہوں۔

اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مسلم)	کہ جنّت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھے

عشرہ مُبشّرہ جن میں خلفاء راشدین حضرت صدیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمانِ غنیؓ، علی مرتضےٰؓ، دس صحابہ کرام ہیں جنھیں اسی دُنیا میں حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے جنّت کی بشارت دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضور اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں

(۵۲) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ)

ترجمہ:۔ انھیں کیا بُرا لگا یہ ہی کہ انھیں دولت مند کردیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے ؎

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نُور کا
نُور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

(۵۳) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ)	کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اللہ اور رسول کے دیئے پر

غور طلب بات دونوں آیتوں میں یہ ہے۔ غنی کرنے والا تو اللہ تعالےٰ ہے۔ وہ معطیِ حقیقی ہے مگر دونوں آیتوں میں نعمتوں کے عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کی طرف بھی کی اور اپنے مقدس رسول کی طرف بھی۔ آخر کیوں؟ — صرف اس امر کے اظہار کے لیے کہ ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ کی نعمتیں حضور کے وسیلہ سے ملتی ہیں

(۵۴) اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (سورہ احزاب ۳۶)

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی۔

غور کیجئے۔ منعم حقیقی صرف اللہ تعالےٰ ہے مگر آیتِ بالا میں بھی حضور کو نعمت دینے والا قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اور برکتیں حضور ہی کے وسیلہ اور صدقہ سے ملتی ہیں، اور ملتی رہیں گی ؎

بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور دافع البلاء ہیں

(۵۵) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال) ترجمہ:۔ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ اے محبوب آپ ان میں رونق افروز ہیں۔

آیتِ بالا میں حضور فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات کو دفعِ بلاء وعذاب کا سبب بنایا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ بارگاہِ نبوت میں حاضری قبولِ توبہ کا سبب اور گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

(۵۶) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تیرے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے معافی مانگیں تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

غور کیجئے۔ اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہے اسے اختیار تھا کہ یونہی گناہ معاف فرمادے مگر حضور کے مرتبہ کے اظہار کے لیے فرمایا جاتا ہے کہ توبہ قبول کرانا چاہو تو ہمارے محبوب کے

دربارِ حاضر ہو۔ کیوں؟ یہ بتانے کے لیے ۔

مفلسو! تھام لو دامن ان کا ۔ یہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

چنانچہ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر توبہ کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف اور حضور کی طرف کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہانے تصویر دار غالیچہ خریدا۔ حضور باہر سے تشریف لائے۔ دروازہ پر رونق افروز رہے ۔ گھر کے اندر قدم نہ رکھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہانے جب چہرہ اقدس پر اثرِ ناراضگی پایا تو عرض کرنے لگیں۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ (مسلم و بخاری)	یا رسول اللہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیسی خطا ہوئی۔

چالیس صحابہ کرام جن میں حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم بھی شامل تھے۔ مسئلہ جبر و قدر پر بحث کرنے لگے ۔ حضور علیہ السلام کو ان کی یہ بحث پسند نہ آئی۔ اس حالت میں برآمد ہوئے کہ چہرۂ اقدس شدتِ جلال سے دہک رہا تھا۔ آپ کے دونوں رخسار گلاب کی طرح سُرخ تھے گویا انارِ ترش کے دانے پھوٹ نکلے ہیں۔ صحابہ کرام یہ کیفیت دیکھ کر حضور کی طرف تھرتھراتے کانپتے آئے عرض کی۔ ہم اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی)

(۵۷) اللہ تعالیٰ نے حضور کو صفتِ رحمت سے مشرف فرمایا

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (آلِ عمر، ع - ۴، ۷) ترجمہ :- اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے حضور کو ایسا حصّہ وافر عطا فرمایا کہ آپ کو جہان کے لیے رحمت بنا دیا اور قرآنِ مجید میں آپ کو رحیم کی صفت سے موصوف فرمایا (سورۂ توبہ) رحیم ۔ رحم سے بنا ہے ۔ اس کے لغوی معنیٰ عاجز ، ناتواں ، مصیبت زدہ کے ہیں اور

رحیم کے معنیٰ یہ ہیں جو بے کس، عاجز، اور مصیبت زدہ کی بگڑی بنا دینے والا ہو — اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھی اس صفت سے مشرف فرمایا اور حضور کو رحمتِ مجسم بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضور بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے بگڑی بنانے والے ہیں ؎

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں، دُر بے بہا دیئے ہیں

حضور کا دین بھی رحمت ہے اور حضور کی تعلیم بھی رحمت ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (ابوداؤد ۔ ترمذی)	کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا (ترمذی)	جو بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور کی ذاتِ اقدس پر الزامات و اعتراضات کا جواب خود ربّ العٰلمین نے دیا

قرآن مجید سے واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام سے ان کی اُمت کے افراد جاہلانہ گفتگو کرتے، سخت کلامی بیہودہ گوئی سے کام لیتے حتیٰ کہ ان کی ذاتِ معصوم پر زنا تک کی تہمت لگانے سے بھی نہ جھجکتے حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمھیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں (اعراف ٦٦) حضرت ہود علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمھیں احمق اور کذاب خیال کرتے ہیں (اعراف ٦٦)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ اے موسیٰ ہم تم کو سحر زدہ تصور کرتے ہیں (بنی اسرائیل ١٠١) کفار و منافقین کا یہ گستاخانہ انداز من وعن قرآن مجید

میں درج ہے ـــــ مگر محبوب رب العلمین رحمۃ اللعالمین، حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی شان نرالی ہے ۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

رب العلمین جل جلالہٗ کی اپنے مقدس رسول پر فضل و کرم کی انتہا یہ ہے کہ جب کبھی کفار و منافقین نے حضور کی بے ادبی کی۔ آپ پر کوئی الزام لگایا۔ زبان درازی کی، حضور کی شان کے خلاف زبان پر غیر مناسب جملے لائے تو اللہ تعالے نے خود اس کا جواب دیا۔ اللہ تعالےٰ کی اس سنّت سے مسلمانوں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب بھی کسی طرف سے شانِ رسول کو گھٹانے یا ان کی بارگاہ میں بے ادبی کا مظاہرہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کی مدافعت کریں۔ حضور کی حمایت اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار و اعلان کے لیے ہر وقت اور زمانہ اور ہر لمحہ میں کمر بستہ رہیں۔

کفار نے حضور پر شاعر، کاہن، مجنون ہونے کا الزام لگایا۔ اللہ تعالےٰ نے جواب دیا۔

(۵۸) مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (ن-۲)	تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔
(۵۹) فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ (طور)	تم اپنے رب کے فضل سے کاہن نہیں۔
(۶۰) مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ (یٰس ۶۹)	اور ہم نے اپنے رسول کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ انکی شان کے لائق ہے۔

واضح رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کو شعر اور اس کے قواعد و ضوابط کا علم نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ کیونکہ عموماً شعراء کا کلام، مبالغہ، جھوٹ، خلافِ واقعہ امور پر مشتمل ہوتا ہے اور حضور کا دامنِ تقدس اس سے

پاک ہے۔ حضور کو تو علومِ کائنات عطا ہوئے ہیں۔ اس لیے اس آیت سے حضور کے لیے کسی بھی چیز کے علم کی نفی مراد لینا غلط اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی تصریحات کے خلاف ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وحی کے آنے میں دیر ہوئی تو کافر بولے۔ اللہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور دشمن بنا لیا ہے۔ خداوندِ قدوس نے جواب میں فرمایا۔

(۶۱) وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى۔

قسم ہے اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلفِ عنبریں کی جب وہ تیرے چمکتے رخساروں پر بکھر آئیں۔ تمھیں تمھارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشمس ہے ترے رخِ پرنور کی قسم

بعض مفسرین نے فرمایا۔ ضحیٰ سے نورِ جمالِ مصطفےٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور لیل کنایہ ہے حضور کے گیسوئے عنبریں سے۔ (روح البیان)

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت قاسم کا انتقال ہوا تو کفار نے حضور کو ابتر منقطع النسل کہا یعنی یہ کہا کہ اب آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ آپ کا چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور اس کے ابتدا میں فرمایا۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَر ہم نے آپ کو بیشمار خوبیاں (خیرِ کثیر) عطا فرمائیں۔ بیشمار فضائل عطا کر کے تمام مخلوق پر افضل کیا۔ حسنِ ظاہر بھی دیا اور حسنِ باطن بھی، نسبِ عالی بھی اور نبوت وحکمت بھی اور کتاب (قرآن) دیا۔ شفاعت کا اعزاز، حوضِ کوثر، مقامِ محمود، کثرتِ اُمّت اور فتح ونصرت، دشمنوں پر غلبہ اور بیشمار فضیلتیں بخشیں۔

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی | دیکھنی ہے حشر میں عزّت رسول کی

آپ تو حسن و خوبی، جمال و کمال کے پیکرِ حسین ہیں اور آپ کا نام تو ہمیشہ بلند اور آپ کا ذکر ہمیشہ جاری رہے گا۔ اب جو آپ کو ابتر کہتا ہے تو آپ ابتر نہیں ہیں بلکہ کہنے والا ہی ابتر اور دُنیا و آخرت میں ذلیل و رُسوا ہے۔

(۶۲) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (کوثر، ۳)	بیشک آپ کا جو دشمن ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

حضور کی شان تو سب سے اعلیٰ ہے اور ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کا ذکر نہ رُک سکتا ہے اور نہ ان کا نام مِٹ سکتا ہے ؎

جبینِ عرش پہ لکھا ہوا ہے نام ترا | خدا کے بعد ہے سب سے بڑا مقام ترا

ابن ابیّ ملعون نے کہا۔ ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم جو کہ بڑی عزّت والے ہیں نکال دیں گے جو نہایت ذلّت والا ہے۔ ذلّت والوں سے مُراد اس کی حضور اور مسلمان تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس منافق کو جواب میں فرمایا۔

(۶۳) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ (منافقون، ۸)	عزّت تو ساری خدا اور رسول کے لیے ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

بارگاہِ خداوندی میں حضور علیہ السلام کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جب کفار و منافقین آپ کی تکذیب کرتے، حق و صداقت کو قبول نہ کرتے تو حضور کو رنج ہوتا ــــ اور وہ پاک، بے نیاز سارے جہان کا رب جل مجدہٗ ان الفاظ سے حضور کی تسلّیِ خاطر فرماتا۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ۔ (انعام، ۳۳)	ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ (کافر) کہہ رہے ہیں۔

جتنا میرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

حضور کی مزید عزت افزائی کے لیے اللہ تعالٰے نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ طرح طرح کے الزام لگا کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں انھیں نہایت ہی ذلت کا عذاب دیا جائے گا اور دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

۶۴ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ (احزاب ۵۷)	بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

واضح رہے کہ اللہ عز و جل ایذاء سے پاک ہے اسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کو اللہ تعالٰے نے اپنی ایذا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور کو ایذا پہنچانا حضور کی شان میں گستاخی کرنا اللہ تعالٰے کو ایذا پہنچانا ہے ایسے شخص کے لیے دردناک عذاب ہے۔

گستاخِ رسول ذلت کے عذاب کا مستحق ہے

اس کے بعد فرمایا۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ہمارے مقدس رسول کو ایذا پہنچائے یا ایسی کوئی بات کرے جو انھیں ناگوار ہو یا ان کی شان کے خلاف ہو یا ان کی خاطرِ اقدس پر گراں ہو۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (احزاب ۵۳)	اور تمھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو۔

حتّٰی کہ اپنے محبوب کی تسکینِ خاطر کے لیے مزید فرمایا کہ کفار و منافقین کا آپ کی رسالت اور ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اے محبوب صرف تمہارے ساتھ

خاص ہو۔ کفّار کا تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے۔

(٦٥) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا (الانعام ٣٤)	تم سے پہلے رسول (بھی) جھٹلائے گئے تو انھوں نے صبر کیا۔

پھر مزید تسلّی و تشفّی کے لیے فرمایا کہ اے محبوبِ محترم ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر آپ اس قدر رنج و فکر نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔

(٦٦) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (الکہف ٦)	تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔
(٦٧) وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (آل عمران ١٧٦)	اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں۔

یعنی خواہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا روساء یہود یا مرتدین۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے آپ کیوں فکر کریں؟ یہ آپ کے مقابلے کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب ہونگے

اللہ اکبر۔ ربِ کائنات جلِ مجدہٗ کا اپنے محبوب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لطف و کرم کے ساتھ تسلّی دینا آپ کے بارگاہِ الٰہی میں ایسی قدر و منزلت کا آئینہ دار ہے کہ جسے انسانی قلم بیان کرنے سے قاصر ہے ؎

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

حضور کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے

(٦٨) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ	بیشک اللہ تعالےٰ مومنوں سے راضی ہو

اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح - ۱۸)	کیا - جب اے محبوب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت میں اس بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ایک خاردار درخت کے نیچے بارہ ہزار صحابہ کرام نے جن میں خلفاءِ راشدین بھی شامل ہیں، حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس پر کی۔ اس بیعت کو بیعتِ الرضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ بیعت کرنے والوں کو قرآن نے رضائے الٰہی کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کا مرتبہ یہ ہے کہ جو آپ سے بیعت کرے رضائے الٰہی اسے حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی رضا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو شخص رضاءِ الٰہی کو پالیتا ہے وہ مراد کو پالیتا ہے۔ قرآن نے تصریح کی کہ

(۶۹) وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ - ۷۲)	اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے اور یہ ہی ہے بڑی مراد پانی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کو ثوابِ عظیم اور نعمت و کرامت سے سرفراز کرتی ہے اور بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اس کے مومنِ کامل اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنے کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو حضور کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے سے یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔

(۷۰) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (البینہ - ۸)	اللہ تعالیٰ اِن سے (صحابہ) سے راضی ہو گیا اور وہ (صحابہ) اللہ سے راضی ہو گئے

پھر اس بیعت کی عظمت و رفعت و منزلت کا یہ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو جو حضور کے دستِ مبارک پر ہوئی۔ اسے اپنی بیعت قرار دیا اور فرمایا۔

(۷۱) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح - ۱۲)	وہ جو (اے محبوب) تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

دستِ احمد عین دستِ ذُوالجلال
آمدہ در بیعت و اندر قتال

حضور کا فعل اللہ کا فعل ہے

آیتِ بالا سے واضح ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں حضور کو وہ قرب حاصل ہے کہ آپ سے بیعت، اللہ سے بیعت ہے۔ جیسے حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت، حضور کا فعل اللہ کا فعل، حضور کی رضا اللہ کی رضا اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ قرآنِ مجید نے حضور علیہ السلام کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

(۴۲) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال-۱۷)

اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

علامہ اقبال نے کہا۔

پنجۂ او پنجۂ حق می شود — ماہ از انگشت او شق می شود

جس واقعہ کی طرف آیاتِ بالا میں اشارہ ہے۔ وہ غزوۂ بدر سے متعلق ہے۔ کفّار کا ایک ہزار کے قریب لشکر جو تکبّر و غرور میں چُور تھا اور حق کے مقابل آیا تھا۔ حضور نے مٹھی بھر خاک لشکرِ کفار کی طرف پھینک دی۔ یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور بے بصرانِ حقیقت کو بتلا گئی کہ رسولِ پاک کی شان سے جو بے بہرہ ہیں۔ وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں —— اللہ تعالٰے نے عجیب اندازِ دلنواز سے حضور کے اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا جو حضور کی محبوبیت اور آپ کے اعجاز کی دلیلِ ظاہر ہے

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

حضور کا اتباع اور تعظیم اللہ تعالٰے کی خوشنودی کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ کو حضور اس قدر

محبوب ہیں کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور کا اتباع کرے اسے محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

(۴۳) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران - ۳۱)

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو، اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔

کشفِ رازِ من رانی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالےٰ مِل گیا

دربارِ نبوّت کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے

لغت میں اتباع کے معنیٰ پیچھے چلنے کے ہیں۔ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور کے ساتھ غلامانہ انداز اختیار کرو۔ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو ان سے ہمسری و برابری کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اس معاملہ میں قرآن نے تصریح کی۔

(۴۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ایمان والوں اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(الحجرات - ۱)

یعنی قول و فعل و عمل غرضکہ کسی معاملہ میں اللہ و رسول سے آگے بڑھنا ممنوع ہے اور حضور علیہ السلام کے ادب و احترام کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبادت و ریاضت میں بھی رسولِ کریم علیہ السلام سے تقدم منع ہے۔

مفسّرین نے لکھا۔ چند شخصوں نے عید الاضحےٰ کے دن حضور سے پہلے قربانی کر لی تھی انھیں حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ ان کے حق میں آیتِ بالا نازل ہوئی کہ روزہ رکھنے میں بھی اپنے مقدس رسول سے تقدم (پہل) نہ کرو۔ بارگاہِ نبوّت کے ادب و احترام کا خیال رکھو۔

بارگاہِ نبوت میں بلند آواز سے بولنا منع ہے

قرآنِ مجید نے حضور کے ادب و احترام و نیازمندی کا اس درجہ خیال رکھنے کا حکم دیا ہے کہ آپ کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔

(۷۵) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

اے ایمان والو۔ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے۔ (الحجرات - ۲)

یعنی حضور کی بارگاہ میں جب کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو،
یہ ہی دربارِ رسالت کا ادب و احترام ہے ؎

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

(۷۶) وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات - ۲)

اور ان کے حضور چلّا کر بات نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو۔

آیتِ بالا میں حکم دیا گیا کہ حضور کا اجلال و اکرام، ادب و احترام، ہر معاملہ میں فرض ہے۔ حضور سے بات اس طرح نہ کی جائے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف ہو کر کی جاتی ہے یا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ حضور کو جب ندا کی جائے، پکارا جائے تو تعظیم و توقیر سے جب یاد کیا جائے تو معزز و پُرعظمت القاب سے پھر حد یہ ہے کہ قرآن نے یہ تصریح کر دی کہ اگر آدابِ نبوت کا خیال نہ رکھا گیا اور حضور کے معاملہ میں ذرا بھی سوءِ ادب سے کام لیا گیا تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائے گی۔

(۷۷) اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات - ۲)

کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

واضح رہے[1] کہ حبطِ عمل اس وقت ہوتا ہے جب آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے۔ معلوم ہو کہ ادب و احترامِ نبوت کا خیال نہ رکھنا اعمالِ خیر کی بربادی کا سبب ہے اور اگر قصداً بنیتِ توہینِ حضور کی ذرا بھی قول و فعل اور اشارہ سے توہین کا ارتکاب کیا تو ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونچا سُننے (ثقلِ سماعت) کا عارضہ تھا۔ اس وجہ سے بحضورِ نبوت ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ جب آیتِ بالا نازل ہوئی تو گھر میں بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں بلند آواز ہوں جہنمی ہو گیا —— حضور کو اطلاع ہوئی تو فرمایا نہیں وہ جنتی ہیں (کیونکہ ان کی بلند آوازی مجبوری کی بنا پر ہے)۔

صحابہ کرام کا ادب و احترام

آیتِ بالا کے نزول کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر و عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے حضور کے ادب و احترام کا ایک معیار قائم کیا۔ بحضورِ نبوی نہایت آہستہ گفتگو کرتے۔ ایسے افراد کے لیے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مغفرت اور اجرِ عظیم کا اعلان فرمایا۔

(۷۸) اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ

بیشک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے حضور وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالےٰ نے پرہیزگاری (تقویٰ) کے لیے پرکھ لیا اور ان کے لیے بخشش اور

---

[1] علامہ ابن تیمیہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ہی لکھا ہے۔ ان کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔
اخبر ان ذالك سبب حبوط العمل فهذا يدلّ على انه يقتضى الكفر لان العمل لا يحبط الا به (الصارم المسلول)

مغفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْم (الحجرات۳) | بڑا ثواب ہے۔

الغرض حضور کا بے حد و حساب احترام، ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے ؎

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں

ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا کیسا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے بیان کے لیے تو دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے ——— عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیقِ حال کے لیے جب حدیبیہ کے مقام پر آئے تو انھوں نے دیکھا کہ

"حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام حضور کے غسالہ شریف کو تبرک کے طور پر حاصل کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ حضور کبھی تھوکتے ہیں تو صحابہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو حضور کا لعابِ مبارک حاصل ہو جاتا ہے وہ اسے اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لیے ملتے ہیں۔ حضور کے جسمِ اقدس کا کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ حضور کا بال مبارک صحابہ نہایت ادب و احترام سے لیتے۔ جانِ عزیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب حضور کلام فرماتے تو سب خاموش و ساکت رہتے۔ ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر نہیں اٹھاتا۔" (بخاری)

صحابہ کرام کے ادب کی انتہا یہ تھی کہ وہ بحضورِ نبوی اپنی ذات کو حضور کا بندہ اور خادم کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت امامِ دوم سیدنا امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا ——— میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ پس میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ | کا بندہ اور خدمتی تھا۔ (ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ)

مثنوی میں مولانا رومی قدس سرہٗ العزیز نقل کرتے ہیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیدنا بلال کو آزاد کیا تو مع ان کے حاضر بارگاہِ نبوت ہوئے اور عرض کی۔

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو — کردمش آزاد ہم بر روئے تو

کیا اس شان کے ادب و احترام کی جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا، اس کی مثال کہیں نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام کے اس کردار سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ حضور کا ادب و احترام ہی ایمانِ کامل کی نشانی ہے اور حضور کا ادب و احترام صرف حضور کی ظاہری حیات تک محدود نہیں ہے بلکہ آج بھی حضور کا ویسا ہی احترام ہے جیسا کہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں کیا جاتا ہے۔

خاتمِ انبیاء۔ رسول اللہ ، نائبِ کبریا رسول اللہ
نہ ہوا ہے نہ ہوگا عالم میں، آپ سا کوئی یا رسول اللہ

حضور اللہ تعالٰی کی دلیل ہیں

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام برہان بھی ہے۔

(۷۹) قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء ۱۷۵)

اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

اس آیت میں نور سے قرآنِ مجید مراد ہے اور دلیل سے حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی۔ برہان دلیل کو کہتے ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ حضور کی ذاتِ اقدس اللہ تعالٰی کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ حضور کو دیکھ کر اللہ تعالٰی کے جلال وجمال اور قدرت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے — دُنیا میں جس قدر انبیاء کرام تشریف لائے انھیں معجزے تو دیئے گئے مگر خود ان کی ذات معجزہ نہ تھی۔ اللہ تعالٰے نے حضور کی ذاتِ اقدس کو سرتا بقدم معجزہ بنا کر مبعوث فرمایا — قرآنِ مجید میں فرمایا۔

(۸۰) وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا — ہمارے رسول لوگوں کے پاس کھلی ہوئی

بِالْبَیِّنَات (مائدہ) | نشانیاں معجزات لے کر آئے۔

انبیاء کرام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں اس بناء پر ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانی قرار پاتا ہے مگر اس خصوصیت میں ہمارے مقدس رسول کی شان نرالی ہے ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ جہان میں دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تو معجزۂ مجسّم ہے۔ آپ کی گفتار و رفتار، لب و لہجہ، پیام و دعوت، چشم و ابرو سب معجزہ ہی معجزہ ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا خواب و خیال، غور و فکر بھی معجزہ ہے۔ قرآن نے تصریح کی۔

(۸۱) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ (فتح) | تحقیق اللہ تعالےٰ نے رسولِ کریم کے خواب کو سچا کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا تھا (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :۔

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ (ترمذی) | انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابھی جب تم کو نماز پڑھا رہا تھا۔ میں نے جنّت اور دوزخ کو دیکھا (بخاری) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا تو میں دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے

کانما انا انظر اِلیٰ کفی ھٰذِہ | اپنی ہتھیلی کو

لوگ حضور کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو حضور نماز کے بعد فرماتے۔ مجھ سے پہلے

سجدہ و رکوع نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں

فَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی مَا وَرَائِیْ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)	اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے۔

لوگ حیران ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی چشمانِ حق بین ساری کائنات کا کیسے اور کیونکہ مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن صبح کی نماز سے عشاء کی نماز تک کے وقفہ میں دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ فرما دیا (مسلم) یہ قیامت تک کے حالات حضور نے کس طرح بیان کر دیئے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں عطا فرمایا ہے۔

(۸۲) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی (نجم، ۱)	حضور علیہ السلام جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر تم ان سے جھگڑتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے واضح فرما دیا کہ حیران ہونے اور شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہمارے مقدس رسول ہیں اور ہمارے محبوب نبی بھی۔ ان کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں جیسا نہ سمجھو۔ ان کی رویت و بصیرت اور مشاہدہ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے انھیں اپنے عجائبِ قدرت بھی دکھا دیئے۔ رات کے نہایت قلیل مدت میں ہم انھیں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصےٰ تک لے گئے۔

(۸۳) لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل ۔ ۱)	تاکہ ہم اپنے بندہ خاص کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک (ہمارے رسول) سُنتے دیکھتے ہیں۔

بعض مفسرین نے انہ کی ضمیر کا مرجع حضور کی ذات کو قرار دیا ہے۔ اب مطلبِ آیت یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے سمیع و بصیر جو اللہ تعالےٰ کے اسماءِ حسنیٰ

سے ہیں۔ انھیں سے حضور کو بھی نوازا (رُوح البیان، مدارج النبوۃ)

یہ دنیا تو چیز کیا ہے اللہ تعالےٰ نے تو اپنے مقدس اور طیب وطاہر رسول کو اپنی ذات کے جلوے کے مشاہدہ سے بھی نواز دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس سے حضرت شریک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار خدا

وَدنا الجبار رب العزۃ فتدلٰی حتیٰ کان منہ قاب قوسین اوادنیٰ (بخاری کتاب التوحید)

یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور حضور کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

خالق نے رتبہ آپ کا اتنا بڑھا دیا   حتیٰ کہ اپنی ذات کا جلوہ دکھادیا

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ درخت آپ کو سجدہ کریں، پتھر آپ کو سلام کریں، ابر سایہ افگن ہو جانور فریادیں کریں۔ کنکر کلمہ پڑھیں۔

میرے مولا کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

چاند اشارے سے شق ہو۔ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم واپس لوٹے، حضور کی انگشتِ مبارک اونچی ہو تو چاند اونچا ہو۔ حضور اُنگلی نیچی کریں تو چاند نیچا ہو جائے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

تیری مرضی پا گیا سُورج پھرا اُلٹے قدم   تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

قرآنِ مجید میں فرمایا

(۸۴) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

وقت آگیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیے۔

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر، مہر کی رجعت دیکھو
مصطفےٰ پیارے کی قدرت دیکھو ایسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

صحابہ کرام پانی نہ ہونے کی شکایت کریں تو حضور کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں ۔

پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے   چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

متعدد بار ایسا ہوا کہ پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوّت عرض کی۔ حضور پانی نہیں ہے ۔ پانی کا صرف ایک کوزہ موجود تھا۔ حضور نے اس کوزہ میں دستِ مبارک رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح جاری ہو گیا ۔

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ایک دُودھ کے پیالہ سے ستر اصحابِ صفہ سیراب ہوئے۔ جسمِ مبارک قدرتی طور پر خوشبودار تھا۔ جس راستے سے آپ گذر جاتے وہ خوشبو سے معطر ہو جاتے ۔

بسی عطرِ محبوبیٔ کبریا سے   عبائے محمّد قبائے محمّد

حضور کے پسینہ مبارک کو صحابہ کرام عطر میں ملاتے تھے تاکہ عطر مزید خوشبودار ہو جائے۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ   مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضور کو حسن عطا ہوا تو بے مثل و مثال صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ چہرہ اقدس چاند و سُورج سے زیادہ چمک دار تھا۔ جب گفتگو فرماتے دندانِ مبارک سے نور چھنتا ہوا نظر آتا۔ مقدس آنکھوں کی یہ کیفیت کہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتے، عرش تک نظریں پہنچتیں اور لامکان تک مشاہدہ فرماتیں ۔

سُرمگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مُشکیں غزل
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نُور کا

جسمِ اقدس بے سایہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔
قلبِ مبارک کی یہ کیفیت کہ حضرت جبرئیلِ امین حاضر ہوئے۔ آپ کے سینۂ اقدس کو چاک کیا،
قلبِ مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر ایمان وحکمت سے بھر کر سینۂ اقدس میں رکھ دیا
قدِ مبارک کا یہ عالم ہر شخص سے اُونچے دکھائی دیتے ہے

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ چماں نہیں

لعابِ مبارک ہر مرض کی دوا، کھاری کنویں اس سے شیریں ہو جائیں۔ قدمِ مبارک کی
یہ عظمت کہ شبِ معراج رُوح الامین جبرئیل علیہ السلام اپنے نُورانی ہونٹوں سے انھیں
بوسہ دیں ہے

تاجِ رُوح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں　　رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑھیاں

الغرض معجزاتِ رسول کے بیان واظہار کے لیے دفتر درکار ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور کی
ذاتِ اقدس سر تاپا معجزہ تھی۔ اسی لیے قرآن نے حضور کو برہان ودلیل کہا کہ آپ کی ذات
اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے ہے

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

قرآن بھی حضور کا معجزہ ہے

آیتِ بالا میں نور اُسے قرآنِ مجید مراد ہے جو حضور
کا سب سے اعظم واکمل اور زندہ معجزہ ہے۔ ابدی
دائمی معجزہ ہے اس کی معجز نمائی ہر آن اور ہر لحہ موجود ومشہود ہے۔ پھر اس خصوص میں حضور
کی شانِ رفیع کی کیفیت یہ ہے۔

سابقین کے معجزے ظاہر ہوئے پھر باقی نہ رہے مگر حضور کی شان یہ ہے کہ آپ کا
معجزہ قرآن رہتی دُنیا تک باقی رہے گا۔ پھر یہ بھی حضور کی خصوصیت ہے کہ کسی نبی کے

معجزہ کی اللہ تعالیٰ نے تحدی نہیں فرمائی - صرف قرآن ہی حضور کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے انسانوں کو چیلنج فرمایا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ - اس جیسی تم ایک سورۃ ہی بنا لاؤ - تو قرآن جو حضور کا معجزہ ہے اس کی مثل بھی کوئی نہیں ہے - ایسے ہی صاحبِ قرآن حضور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل بھی ناممکن ہے ؎

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا -

اَیُّکُمْ مِثْلِی ــــ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ (بخاری)
تم میں کون میری مثل ہے - میں تمہاری طرح نہیں ہوں

بے مثلِ حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو
نہیں تمہارا ہم رُتبہ نہ کوئی ُترا ہم پایہ پایا

قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسُول سے گفتگو کا نام ہے

حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفےٰ علیہ السلام کا بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ قرآن میری اس گفتگو کا نام ہے جو میں نے اپنے مقدس رسول سے فرمائی

(۸۵) اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقہ ۴۰،۴۱)
بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں - وہ کسی شاعر کی بات نہیں -

اس آیت میں حضور کو کریم کی صفت سے نوازا - اللہ تعالیٰ بھی کریم ہے اور اس کے بنانے سے اس کے رسول بھی کریم ہیں ؎

حق تعالیٰ بھی کریم اور محمد بھی کریم　　دو کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے

اللہ تعالےٰ کو اپنے محبوب رسول کی گفتگو اتنی پسند ہے کہ اپنی توحید کا اعلان بھی حضور کی زبانِ مبارک سے کرایا۔

(۸۶) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ | اے محبوب تم فرماؤ، اللہ ایک ہے۔

بات تو صرف هو الله احد (اللہ ایک ہے) کے جملہ سے بھی پوری ہو جاتی تھی۔ مگر مرضی الٰہی یہ ہے کہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تم پڑھواؤ۔ محمد رسول اللہ ہم پڑھوائیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ مسلمان وہی ہے جو حضور کے فرمانے سے اللہ تعالےٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائے ؎

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی　　اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

حضور کو ادب و احترام سے یاد کرنا فرض ہے

(۸۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(البقرۃ، ۱۰۴) ترجمہ:۔ اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سُنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے تعلیم و تلقین فرماتے تو کبھی کبھی صحابہ عرض کرتے رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہ جس کے معنی یہ تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے یعنی آپ کی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ لفظ راعنا سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا۔ انھوں نے اسی نیت سے راعنا کہنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ راعنا کے کلمہ کی جگہ انظرنا کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ حضور کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب سے گفتگو کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو اسے زبان پر لانا ممنوع و

وحرام ہے۔

سب کچھ ہے شانِ اسمِ محمد کا اعتراف — کرتی ہیں سار ی عظمتیں اس نام کا طواف

حضور کو عام لوگوں کی طرح پکارنا حرام ہے

(۸۸) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ترجمہ :۔ رسولِ کریم کو ایسے نہ مخاطب کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگ حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کے الفاظ سے پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ اپنے رسول کی تعظیم و توقیر کے لیے اس طرح پکارنے سے منع فرمایا۔ تب سے صحابہ کرام حضور کو یارسول اللہ یا نبی اللہ سے خطاب کرنے لگے ___ اس آیت سے واضح ہوا کہ حضور نام لے کر ندا کرنی یا حضور کا تحریر و تقریر میں عام انسانوں کی طرح ذکر کرنا، ممنوع وحرام ہے حضور کو جب پکارا جائے یا حضور کا ذکر کیا جائے تو عظمت و احترام کے ساتھ معزز القابات سے آپ کا ذکر کرنا لازم وواجب ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر — نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

یا آدم است با پدرِ انبیاء خطاب — یا ایھا النّبی خطاب محمد است

قرآن مجید میں تمام انبیاء کرام کو ان کا نام لے کر پکارا ہے۔ یا آدم۔ یا داؤد یا زکریا۔ یا ابراھیم۔ یا یحییٰ۔ یا موسیٰ۔ یا عیسیٰ ___ ان انبیاء کرام کی امتوں نے بھی اپنے نبیوں کو ان کا نام لے کر ہی پکارا ___ اور قرآن نے ان کے مخاطبے کو ویسے ہی ذکر کیا ہے جیسے انھوں نے اپنے نبیوں کا نام لے کر مخاطب کیا تھا۔ لیکن اس خصوص میں حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العٰلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اعزاز یہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں حضور کا درجہ ومقام یہ ہے کہ آپ کو

رب العلمین جل مجدہٗ نے آپ کا نام لے کر نہیں بلکہ معزز اور محترم القاب سے یاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام کا نام لے کر پکارنا اور حضور کو اوصافِ جمیلہ والقاباتِ جلیلہ سے خطاب فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرب و منزلت اور جو عزت و وجاہت، بارگاہِ الٰہی میں حضور کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کو خطاب کا اندازِ دلنواز عجیب شان کا ہے۔ رب العلمین جل مجدہٗ بکمالِ لطف و کرم حضور کو یوں مخاطب بناتا ہے۔

(۸۹) طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰیٓ
(طٰہٰ - ۲)

طٰہٰ اے پاکیزہ رہنما ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

حضور تمام شب عبادتِ الٰہی میں گذار دیتے حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم آگیا۔ اس پر آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے حضور لوگوں کے کفر اور حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنج و ملال میں مبتلا ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے محبوب! آپ تو اپنا فرض بخیر و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو آپ کو رنج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سورہ آلِ عمران میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

(۹۰) یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ

اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو لوگوں کو ڈر سنا۔

حضور غارِ حرا کے مجاہدہ سے واپس ہوئے۔ جنابِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا۔ مجھے بالاپوش اوڑھاؤ۔ انھوں نے اوڑھا دیا۔ حضور بالاپوش اوڑھ چکے تو آپ کو اسی حالت میں ندا آئی۔ یا ایھا المدثر

(۹۱) یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے رات

قُمِ الَّیْلَ	میں قیام فرما۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم چادر لپیٹے ہوئے آرام فرما تھے۔ اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ـــــ سُبحان اللہ یہ ندائیں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول کی ہر ادا پیاری ہے ؎

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا تیرے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے حضور کی جان کی قسم یاد فرمائی

(۹۲) لَاۤ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ

بِھٰذَا الْبَلَدِ ترجمہ :۔ مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (بلد ۱-۲)

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ ترے چہرہ نوُر افزا کی قسم
قسمِ شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلفِ دوتا کی قسم

شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مگر اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ مکہ کی قسم اس بنا پر کھائی جا رہی ہے کہ اے رسول محترم آپ اس شہر مکہ میں رونق افروز ہیں ـــــ معلوم ہوا کہ مکہ کو جو عظمت و عزت حاصل ہے وہ حضور ہی کی بدولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے زمانہ، حتیٰ کہ حضور کے قول کی بھی قسم یاد فرمائی ہے۔

(۹۳) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (عصر ۱-۲)	اس زمانۂ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

اگرچہ عصر کے متعلق مفسرین کے متعدد قول ہیں مگر سب سے راجح تفسیر یہ ہے کہ عصر سے حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے جو یقیناً سب سے زیادہ فضیلت

و برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی والا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید نے کھائی شہا! ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

﴿۹۴﴾ وَقِيلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (زخرف ۸۸)	مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کی قسم یاد فرمائی۔ جو حضور کی دعا و التجاء کے احترام کے اظہار کے لیے ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی جان کی قسم بھی یاد فرمائی ہے۔

﴿۹۵﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۔ (حجر)	اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ مخلوقِ الٰہی میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں آپ کی جانِ پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی۔ حضور کی جان کی، حضور کے شہر کی۔ حضور کے زمانہ کی قسم یاد فرمانا۔ حضور کی شانِ محبوبیت کا اظہار ہے۔ اور یہ خصوصیت بھی حضور ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی نبی کی قسم یاد نہ فرمائی۔ اسی طرح آپ کی جان کے سوا کسی کی عمر و حیات کی قسم بھی یاد نہیں فرمائی۔

کھائی قرآں نے خاکِ گذر کی قسم — اس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

عصمتِ نبوّت اجماعی مسئلہ ہے

﴿۹۶﴾ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح ۱ - ۲) ترجمہ:۔ بیشک ہم نے اے محبوب تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے۔ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

آیتِ بالا میں ذنب کا لفظ ہے جس کے معنیٰ کچھ افراد نے لغزش کے کیے ہیں اور کسی ایک نے گناہ کے جو کہ قبل از اظہارِ نبوت ہوں۔ وہ لوگ جو مقامِ نبوّت کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ مذکورہ بالا معنوں پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ مگر عقل و نقل اور کتاب وسنّت کی روشنی میں ذنب کے معنیٰ لغزش یا معاذ اللہ گناہ کے کرنا (خواہ اظہارِ نبوت سے قبل ہی مانے جائیں غلط ہیں —— امام سبکی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ بالا معنوں کو مراد لینے پر تنقید کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم قبل از اظہارِ نبوّت بھی لغزشوں سے آلودہ نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ معمولی لغزش کے صدور کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا اور یہ بات ہے بھی بالکل واضح کہ جس ہستیٔ مقدس کو اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے پیدا ہی کارِ نبوت کے لیے کیا ہو اور جس کی ذاتِ مطہر کو ہدایت کا آفتاب اور موعظت کا مہتاب بنا کر مبعوث فرمایا ہو اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہو کہ یہ رسول تو وہ ہیں اور ان کی شان تو یہ ہے کہ مخلوقاتِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ

(۹۷) یَھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ	ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے
(۹۸) وَیُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِہٖ (مائدہ ۱۶)	اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتے ہیں۔

بھلا ایسے صاحبِ حکمت، ہادیٔ کامل، مرشدِ کائنات رسول کے لیے عقل یہ مان سکتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اللہ تعالےٰ کے احکام کے خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہوں گے؟

علاوہ ازیں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء کرام سے کبھی گناہ نہیں ہوتا اور اس خصوص میں حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں، قبلِ اظہارِ نبوت و بعد از اظہارِ نبوت ہر قسم کی برائیوں، گناہوں حتیٰ کہ معمولی لغزشوں سے پاک وصاف

ہونا بالکل واضح اور بے غبار بات ہے۔

حضور ساری کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کے انسانوں کے لیے نذیر و بشیر بنا کر مبعوث ہوتے۔ ان کی نبوت عام ہے رسالت غیر محدود ہے۔ بعثت سب کے لیے ہے

(۹۹) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (السباء، ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا

(۱۰۰) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان، ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

حضور تو طیب و طاہر رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، رؤف اور رحیم رسول ہیں۔

(۱۰۱) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ

مسلمانوں پر مہربان اور رحیم ہیں

یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہیں مگر یہ بات حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہایت شرف، بزرگی، عزت اور غایتِ تکریم و حرمت و عظمت کی موجب ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بکمالِ لطف و کرم حضور کا نام بھی رؤف اور رحیم تجویز فرمایا جو خود اس کی ذاتِ سبحانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

حضور کی ذاتِ اقدس کے متعلق تو قرآن نے تصریح کی ہے۔

سورہ جمعہ میں فرمایا

(۱۰۲) وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)

(یہ رسول) انھیں ستھرا کرتا ہے اور انھیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے

تزکیہ کا مطلب ہے جسم و روح کو پاک و صاف کرنا ـــــ حضور نے جہاں جسم کی صفائی ستھرائی کی تعلیم دی۔ وہاں لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے بھر دیا۔

حضور اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے

(۱۰۳) وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ (مائدہ ۱۶)

واضح ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم چراغِ ہدایت اور مہتابِ نبوت ہیں۔ لوگوں کو اندھیاروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ تاریکیٔ کفر دُور ہوتی ہے اور راہِ حق واضح۔

حضور تو وہ ہیں جو صاحبِ مقامِ محمود، صاحبِ شفاعتِ کبریٰ اور داعی الی اللہ خدا کی طرف بُلانے والے ہیں۔ داعی الی اللہ کے ساتھ قرآن میں (باذنہ) کا لفظ موجود ہے یعنی حضور اللہ تعالیٰ کے راستے پر اللہ ہی کے حکم سے بُلانے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالےٰ نے نور قرار دیا ہے اور ان کی ذات کو ساری کائنات کے لیے سراجِ مُنیر روشنی کا مینار بنایا ہے اور آپ کو ہدایت و معرفت کا پیکرِ حُسن بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

(۱۰۴) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الخ (توبہ ۳۳)	وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا

وہ ہستیٔ پاک جس کی بعثت کے لیے شیخ الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا فرمائیں ـــــ اے ہمارے رب ان میں ایک

(۱۰۵) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	رسول بھیج انھیں میں سے کہ ان پر تیری

مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرة ۱۲۹)	آیتیں تلاوت فرمائے انھیں تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انھیں خوب ستھرا فرمادے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　　　دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ایسے پاک، مطہر، طیب وطاہر، صاحب حکمت، صاحب ہدایت مقدس رسول کے لیے عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گوارا کر سکتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی اس ہستی مقدس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی وحکم کے خلاف کوئی فعل ظہور میں آیا ہو؟

۲۔ اسی لیے، امام سبکی اور شیخ عبد الحق دہلوی علیہما الرحمۃ نے فرمایا کہ آیت بالا حضور سے کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی نہیں اطلاع دیتی بلکہ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور کی تعظیم وتوقیر کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر حضور سے کسی لغزش کا امکان تصور بھی کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی یعنی آیت میں مطلقاً حضور سے لغزش کی نفی کی گئی ہے۔

۳۔ علامہ قاضی عیاض الرحمہ نے فرمایا کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عیب ونقص سے حضور علیہ السلام کو (لیغفر) پاک اور بری پیدا فرمایا ہے۔

۴۔ تفسیر خازن میں حضرت عطا۔ خراسانی علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت میں ذنب ماتقدم سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذنب اور ذنب ماتاخر سے امت کا ذنب مراد ہے۔

۵۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے امت کے گناہ معاف فرمادے گا۔

ماتاخر ای من ذنوب امتك　　　　ادخلهم الجنة بشفاعتك

احکام القرآن لامام الشافعی ج ۱ ص ۳۸

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

۶۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے آیتِ بالا کا مطلب وہ لیا ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضور کے ذنب لغزش وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب رسول ہم نے آپ کو واضح و روشن فتح عطا کی اور وہ یہ کہ آپ کے صدقہ اور آپ کی بدولت آپ کی امت کے اگلوں کے اور پچھلوں کے گناہ بخشنے۔ (خازن و روح البیان) چنانچہ آیتِ بالا میں پانچ باتوں کا ذکر ہے۔

اول۔ فتح مبین کی بشارت اور اس کا وقوع، دوم۔ حضور کے صدقہ امت کے مقدم و مؤخر ذنوب کی بخشش، سوم۔ ویتم نعمتہ نعمتوں کا اتمام، چہارم۔ ویہدیک صراطا مستقیما صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت، پنجم۔ وَيَنصُرَكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيزًا۔ اللہ کی مدد و نصرت کی یاوری اور معیت ؎

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائینگے

۷۔ آیتِ بالا کی ایک مزید تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

الف۔ اس آیت میں فَتْحًا مُّبِينًا سے صلح حدیبیہ مراد لی جاتی ہے۔ چنانچہ بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہِ صحابہ حدیبیہ کے دن بیعتِ رضوان کو یوم الفتح قرار دیتے ہیں۔ جو بظاہر ایک ایسی صلح تھی۔ جس کی شرائط مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی نقصان دہ نظر آتی تھیں۔

ب۔ ذَنب، جس کے معنی دم کے ہیں۔ اشتقاقِ اوسط کے ضابطہ کے مطابق ذَنب کے معنی الزام کے ہوئے جو کسی کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔ ذَنوب۔ اس ڈول کو کہتے جو رسی کے سرے پر بندھا ہو ——— قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل

(۱۰۶) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (شعراء رکوع ۲)	انھوں نے مجھ پر ایک الزام رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دینگے

ظاہر ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ شرعی نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس آیت میں ذَنْب کا معنیٰ الزام بھی صحیح ہے ـــــ گناہ کا شرعاً معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ تو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گنہگار ہے ـــ اور الزام میں گناہ کا وقوع وصدور نہیں ہوتا۔ بلکہ الزام میں صرف نسبت جُرم ہوتی ہے محض الزام لگانے سے جبتک اس کو ثابت نہ کردیا جائے کوئی ملزم نہیں قرار پاتا۔

ج۔ لِيَغْفِرَ لَكَ۔ غفر کے معنیٰ مٹانے کے ہیں ـــــ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کفار و منافقین نے جو الزامات لگائے انکی کیفیت یہ تھی۔

قبلِ ہجرت حضور پر کفار یہ الزام لگاتے تھے۔ یہ معاذاللہ کاہن، ساحر، شاعر، مجنون وغیرہ ہیں۔

بعد ہجرت انھوں نے یہ الزام لگائے کہ معاذاللہ آپ مکہ کو اُجاڑنے والے، بھائی کو بھائی سے لڑانے والے، قوم میں پھوٹ ڈالنے والے خون کے رشتوں کو جدا کرنیوالے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں غفر کے معنیٰ مٹانے کے، ذَنْب کے معنیٰ الزام کے اور ماتقدم سے مراد زمانہ قبل ہجرت اور ماتاخر سے بعد از ہجرت کا زمانہ مراد ہے اور فتحاً مبینا سے صلح حدیبیہ ہے۔ مسلم و ترمذی و بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انا فتحنا لک کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

اس تقریر کی روشنی میں آیتِ بالا سے حضور سید المرسلین محبوبِ رب العلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمتِ شان کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلبِ آیت یہ ہے۔

اے محبوبِ محترم ہم نے صلح حدیبیہ کے ذریعہ آپ کو فتحِ روشن عطا فرمائی اور قبلِ

ہجرت اور بعد ہجرتِ کفار آپ پر جو الزام لگاتے تھے ہم نے انھیں مٹا دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ صلحِ حدیبیہ، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی شرائط پر مشتمل نظر آرہی تھی۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے فتح مبین ثابت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے بھی اسے فتحِ مبارک قرار دیا اور قرآنِ مجید نے بھی صلحِ حدیبیہ کو فتحِ مبین فرمایا۔ ۶ھ میں آیتِ بالا نازل ہوئی جس میں اتمامِ نعمت کا وعدہ ہے اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم جس میں اتمامِ نعمت کے ایقاو وقوع کا اعلان ہے۔ ۹ ذوالحجہ ۹ھ کو نازل ہوئی۔

اسی طرح آیتِ بالا میں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کا ظہور یوں ہوا کہ جس شاہراہِ ہدایت پر حضور سالکانِ راہ کو چلانا چاہتے تھے۔ اس راہ کی تمام رکاوٹیں دُور ہو گئیں۔ بشارتِ چہارم ینصرك الله نصرا عزیزا کا جلوہ یوں نظر آیا کہ نصرتِ الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔ لوگ صداقت کے طالب بن گئے حتیٰ کہ

(۱۰۷) يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا	تم لوگوں کو دیکھو اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں۔

کا نظارہ ہر چشمِ ظاہر بیں کو بھی نظر آگیا۔ اللہ تعالیٰ کی حضور پر خصوصی مدد و نصرت کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا۔ اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک

(۱۰۸) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ	اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونو غار میں تھے (توبہ، ۴۰)

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر المومنین صدیق اکبر غار کے اندر ہیں۔ کفار غار کے اتنے قریب آگئے ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی

حالت دیکھ سکیں مگر نصرتِ ربّانی و تائیدِ ایزدی کام کر رہی ہے۔ کفار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہوگئے ہیں۔ اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر ایک ایمان افروز نکتہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ کفار برسرِ غار پہنچ کر بھی حضور کو نہ دیکھ سکے کیوں؟ اسلیے کہ ؎

جان ہیں جان کیا نظر آئے — کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

رفیقِ قبر و حشر و جنت امام اول سیدنا صدیقِ اکبر عرض کرتے ہیں۔ حضور دشمن قریب آ گئے۔

(۱۰۹) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (توبہ، ۴۰)

(حضور) اپنے یارِ غار (صدیق) سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

الغرض آیتِ بالا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شانِ رفیع کی آئینہ دار ہے۔

کیا میرا علم و عقل صفت آپ کی کروں

تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

معراج ـــ عبد و رسولہٗ کے مرتبہ و مقام کا رُوح پرور منظر

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں — اپنا جانا اور ہے ان کا بُلانا اور ہے

(۱۱۰) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (بنی اسرائیل، ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گیا۔

لے جانے والا رب العٰلمین اور لے جائے جانے والے رحمۃ اللعٰلمین حضور بارگاہِ الٰہی میں کس ادب و احترام سے باریاب ہوئے ؎

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے ادب سے رُکتے حیا سے جُھکتے

آیتِ بالا میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو عبدہٗ کے شرف سے نوازا گیا ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے عبدہٗ کی تفسیر یوں کی ہے۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر ایں سراپا انتظار او منتظر	عبد اور ہے اور عبدہٗ کا مقام اور ہے، عبد کسی کا منتظر ہے اور عبدہٗ کا کوئی انتظار کرتا ہے ۔

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا ۔۔۔ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سورہ نجم میں حضور کی معراج سے واپسی کا ذکر ہے مگر بڑے پُرعظمت انداز سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱۱۱) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى	اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم، جب وہ معراج سے اُترے

اگرچہ نجم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ مگر سب سے خوبصورت تفسیر یہ ہے کہ نجم سے حضور کی ذاتِ ستودہ صفات مراد ہے۔ (خازن) ——— پھر حضور مقامِ دنی فتدلیٰ میں باریاب ہوئے تو بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی ۔

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجدؐ
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

حضور معصوم نبی ہیں

(۱۱۲) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم، ۲) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

صاحب سے حضور کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت یہ ہے۔ آپ ہمیشہ حق و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر رہے۔ صراطِ مستقیم سے کبھی عدول نہ کیا۔ آپ کے دامنِ عصمت پر کبھی اور کسی حال اور کسی وقت میں بھی، کسی امرِ مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا، اور حق پر ہی رہے۔ اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچا۔

قبل اظہارِ نبوت بھی حضور معصوم تھے اور اظہارِ نبوت کے بعد بھی معصوم

(۱۱۳) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	حضور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں کہتے مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ نجم ۳-۴

یہ آیت نمبر ۱۱۲ کی دلیل ہے کہ حضور کا بھکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور اپنی خواہش کے تقاضوں سے متاثر ہو کر کچھ کہیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے یعنی زبان حضور کی اور آواز خدا کی۔ اسی آیت سے حضور کے خلقِ عظیم اور مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ترک کر دے (تفسیر کبیر) اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ انوار و تجلیاتِ الٰہی کا آپ کی ذات پر ایسا کامل و مکمل غلبہ ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِّ اِلّا اللہ نیست

حضور کا نطق (بولنا) وحیِ الٰہی ہے	آیتِ بالا کا جملہ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى میں ہو کی ضمیر نطقِ رسول کی طرف

لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر مَا يَنْطِقُ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطقِ رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحیِ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطقِ رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور کا نطق (بولنا) خالص وحی ہے اور اس میں حضور کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

قرآن نے یہ تصریح اس لیے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ رسول کی ہر بات وحی

ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہشِ نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اس لیے قرآن نے واضح کر دیا کہ حضور کا ہر قول و عمل وحی الٰہی ہے۔ اسی آیت سے حضور علیہ السلام کی بشریت کی عظمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک وہ بشر جس پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ جس کا بولنا، وحی الٰہی قرار پاتا ہے اور ایک وہ بشر جو اس شرف سے محروم ہے دونو کیسے برابر ہو سکتے ہیں ؂

بشر ضرور ہیں پر داخلِ انام نہیں
شمار دانۂ تسبیح میں امام نہیں

(۱۱۴) عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی | سخت قوتوں والے طاقت ور نے (حضور) کو سکھایا۔ (النجم، ۵)

حضرت حسن بصری تابعی، رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ شدید القویٰ سے اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔ معنیٔ آیت یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو بے واسطہ تعلیم دی۔ اب جسے رب العلمین جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تعلیم دے اس کے علم و فضل کا کون اندازہ کر سکتا ہے ؂

ایسا اُمّی کس لیے منت کشِ استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقرا ربک الاکرم نہیں

جبرئیل امیں سدرہ پر ہی رہ گئے

(۱۱۵) فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی۔ ترجمہ:۔ پھر اللہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمانِ بریں کے بلند کنارہ پر تھا۔ (النجم، ۷)

مفسر شہیر امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم شبِ معراج آسمانِ بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلیٔ الٰہی متوجہ نمائش ہوئی ؂

ماہِ عرب کے جلوے جو اُونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

صاحبِ تفسیر رُوح البیان نے فرمایا کہ فاستویٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے افقِ اعلےٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے۔ آگے نہ بڑھ سکے۔ بارگاہِ نبوت میں عرض کی۔ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو جلالِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی مجھے جلا ڈالیں۔ پھر حضور آگے بڑھے حتیٰ کہ عرش سے بھی گذر گئے ؎

تھکے تھے رُوح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، امید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

حریمِ حق میں حضور کی رسائی

(۱۱۶) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم، ۹)

ترجمہ:۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

معنی آیت یہ ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔ اللہ تعالےٰ اپنے لطف وکرم کے ساتھ اپنے محبوب رسول کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (رُوح البیان) ؎

ادب سے شرم سے اخلاص سے حیا سے ملے
حضور خلوتِ قوسین میں خدا سے ملے

(۱۱۷) فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی (نجم، ۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

شبِ معراج جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی۔ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں۔ یہ وحی بے واسطہ تھی

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسی لیے فرمایا ما اوحی وحی فرمائی۔ راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اسرار و رموز سے آگاہی فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا۔ اس وحی کا تعلق احکام و شرائع سے نہ تھا۔ اس لیے یہ وحی قرآن میں نہیں ہے۔ یہ تو صرف سینۂ مصطفٰے علیہ السلام میں ہے۔ (جمل و روح البیان

میانِ طالب و مطلوب رمزیست | کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

(۱۱۸) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى | دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (النجم ۱۱)

اس آیت میں حضور علیہ السلام کے قلبِ منور کی عظمت کا بیان ہے کہ شبِ معراج آپ کی مقدس آنکھوں نے جو انوار و برکاتِ الٰہی دیکھے حتیٰ کہ رب العٰلمین جل مجدہٗ کے دیدارِ پُر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس دیکھنے میں شک، تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔ صحابی رسول حضرت عکرمہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ شبِ معراج حضور نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور سید المرسلین علیہ السلام کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی)

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَيْتُ رَبِّي بِعَيْنِي | میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور

وَقَلْبِی (بخاری و مسلم) | اپنے دل سے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس غیب الغیب ہے جب حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے غیب الغیب کا مشاہدہ فرمالیا تو غیب کی کوئی بات آپ سے کیونکر چھپی رہ سکتی ہے۔

بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشمِ حق بیں سے
کہ جس نے خالقِ عالم کو بے شک بالیقیں دیکھا

حق یہ ہے ذاتِ الٰہی کے مشاہدۂ حقیقی کے بعد نگاہِ مصطفےٰ علیہ السلام سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی ہے

اور کوئی غیب بھلا کیا ہو تم سے نہاں
جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود

(۱۱۹) مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم، ۱۷) | آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی

اس آیت میں حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھوں کی خصوصیت کا بیان ہے کہ شبِ معراج حضور علیہ السلام اس مقام پر پہنچے۔ جہاں سب کی عقلیں حیرت زدہ ہیں جس نورِ حق کا دیدار مقصود تھا۔ اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ داہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے نہ مقصودِ حقیقی کی دید سے آنکھ پھیری اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے ہے

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

(۱۲۰) لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ (نجم، آیت) | بیشک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

اس آیت میں حضور کی مقدس آنکھوں کے مرتبہ و مقام کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ شبِ معراج۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں، ملک و ملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ کا آپ کو علم حاصل ہوگیا۔ (تفسیر

روح البیان) علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

اے فروغت صبحِ اعصار و دہور　　　چشمِ تو بینندۂ ما فی الصدور

حضور کے فضائل و کمالات کا بیان ناممکن ہے

(۱۲۱) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ (کہف ۱۰۹)

ترجمہ :- تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

بعض مفسّرین کرام نے کلمٰت سے اللہ تعالیٰ کی معلومات، اس کی قدرت و حکمت اور اس کی صفات مراد لی ہیں - یہ تفسیر بھی حق ہے - بیشک اللہ کے علم و قدرت، فضل و کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے - حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے کلمٰت سے حضور[۱] سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے

---

[۱] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے کلمٰت کی جو تفسیر فرمائی ہے اس کی تائید ان آیاتِ قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے - متاعِ دنیا، جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو اللہ تعالیٰ نے قلیل فرمایا ہے - قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ اور اپنے محبوب رسول حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلقِ مبارک کو عظیم قرار دیا (اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ) - نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جو فضل فرمایا ہے اسے بھی عظیم سے تعبیر کیا - وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ؎

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ - کلمٰت سے حضور کی ذاتِ اقدس کو مراد لیا ہے - (تفسیر عزیزی)

فضائل و کمالات اور آپ کے علوم مراد لیے ہیں (مدارج النبوۃ ج ۱ ب ۳)

- اب آیت کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر دنیا بھر کے

نعت خواں، نعت گو، واعظین، علماء فضلاء، خطباء مفکرین، دانشور اور کاتب حضرت سمندروں کے پانی کی روشنائی بنا کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات و کمالات لکھنا چاہیں تو یہ روشنائی ختم ہو جاتے۔ قلم رُک جائیں، زبان عاجز اور عقل و فکر کی جولانی سرد پڑ جائے۔ مگر حضور کے اوصافِ جمیلہ بیان نہ ہو سکیں ؎

وصف کس منہ سے بیاں ہو اس سراپا ناز کا

رنگ جلوے میں نظر آتا ہے جلوہ ساز کا

فکرِ انسانی حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کے بیان سے عاجز ہے۔ یہ محض جذباتی بات نہیں ہے بلکہ عقل و نقل سے واضح و ثابت ہے۔ کسی کی تعریف وہی کر سکتا ہے جو ممدوح کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہو۔ اب اگر کوئی حضور سے زیادہ یا آپ کے برابر علم رکھتا ہو وہی آپ کی تعریف کر سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضور کے برابر یا حضور سے زیادہ مخلوقات میں کوئی عالم نہیں نبوت ایسا عظیم منصب ہے جس کی معرفت انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے حضور کی تعریف اور آپ کا تعارف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ غیر نبی میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ آپ کے فضل و کمال کو بیان کر سکے۔ غالبؔ جو امراء و سلاطین کا قصیدہ خواں اور بارگاہِ حُسن و جمال میں شعر و شاعری کا امام مانا جاتا ہے جب حضور علیہ السلام کے حسن و جمال اور فضائل و کمال پر اشعار موزوں کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بہت جلد مذکورہ بالا حقیقت کو پاکر عرض کرتا ہے ؎

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

انبیاء سابقین کلمۃ الرب ہیں اور حضور علیہ السلام کلمات الرب ہیں

قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ قرار دیا ہے۔

(۱۲۲) اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (النساء ۱۷۱)	مسیح عیسےٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

ظاہر ہے کہ انبیائے سابقین کو علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً جو کمال عطا ہوا وہ من جانب اللہ ہی ہے تو اس بنا پر ہر نبی کلمہ رب ہے اور حضور علیہ السلام جو تمام نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ کلمہ رب نہیں بلکہ کلمات رب ہیں۔ نوح علیہ السلام کلمۃ الرب، موسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، عیسےٰ علیہ السلام کلمۃ الرب اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلمات الرب اور کلماتِ رب کے متعلق قرآن نے تصریح کی ہے۔

چونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ اس لیئے ان کی طرف کُن کی نسبت کی گئی اور اس بنا پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر کلمۃ اللہ کہا گیا —— ورنہ ہر وہ چیز جو من جانب اللہ ہو کلمۃ اللہ ہے۔ قرآن، آسمانی کتابیں، معجزات اور تمام انبیاء کرام چونکہ منجانب اللہ ہیں اس لیے کلمۃ اللہ ہیں ——

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمٰن ۲۷)	درخت ہیں قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر اور اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

کہ کلماتِ رب کو لکھنے کے لیے سمندر کو روشنائی قرار دیا جائے تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے اور کلماتِ رب رقم نہ ہو سکیں اور سورۂ لقمٰن میں فرمایا۔

(۱۲۳) وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ	اور اگر زمین میں جس قدر

اللہ اکبر، سات سمندروں کی روشنائی بنالی جائے۔ پھر ایسے ہی اور سات سمندر ہوں ان سے بھی روشنائی کا کام لیا جائے۔ دنیا بھر کے درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کلمات الرب لکھنے کی کوشش کی جائے تو سات در سات سمندروں کا پانی اور درختوں کی قلمیں ختم ہوجائیں مگر کلمات الرب رقم نہ ہوسکیں۔ سبحان اللہ حضور نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کلمات الرب ہیں اور کلمات الرب کا بیان و اظہار ناممکن ہے۔ واضح ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا بیان اور آپ کے فضائل و کمالات کا اظہار ناممکن ہے۔ اسی لیے حضور نے اصدق الصادقین امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب بناکر فرمایا۔

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ سِوَا ربی	اے ابوبکر میری حقیقت کو سوا میرے رب کے کوئی نہیں جانتا

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور جامع الصفات ہیں آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے سولہ انبیاء کرام کا ذکر کرکے فرمایا کہ یہ حضرات ہیں جنھیں ——— اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پائے ہوئے اور اللہ کے ہدایت دیا فرما ہیں اور ان کا معلم اور استاد اور ہدایت کنندہ اللہ رب العزت جل مجدہ ہے۔ اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا۔

(۱۳۳) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ	یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو آپ انھیں کی راہ چلو۔

(الانعام ۹۰ — پ ۷)

عیسےٰ رُوح اللہ، آدم خلیفۃ اللہ، نوح نجی اللہ تھے۔ اسی طرح معجزات و کمالات میں بھی ہر نبی کسی ایک معجزہ اور کمال کے ساتھ مخصوص تھا جو دوسرے نبی میں نہ تھے تو کمالات و فضائل جس قدر تھے وہ انبیاءِ سابقین میں علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر تھے۔ اب حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ اِقتدہ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو فضائل و کمالات انبیاءِ سابقین میں متفرق طور پر ہیں۔ اے مقدس رسول وہ سب تم میں ہونے چاہئیں۔ تم جامع کمالاتِ انبیاء ہو۔ ہر فضیلت اور شرف و کمال تمہاری ذات میں جمع کر دیئے گئے —— علامہ قطب الدین رازی تفسیر کشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آیت میں اقتداءِ سے مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی موافقت کرنا مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ خوبی اور کمال جو دوسرے انبیاء میں متفرق طور پر پایا جاتا ہے حضور علیہ السلام ان سب کمالات کے جامع ہیں اس لیے سب سے افضل و اکمل ہیں (روح المعانی)

حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ آپ ان انبیاء کرام کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام انبیاء سابقین علیہم السلام کی کس چیز کا اتباع کریں؟ عقائد کا۔ ان کے اعمال و افعال کا، ان کی شریعت کا؟ تو یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں۔ تمام شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں۔ صرف حضور کی شریعت کو بقا ہے تو اگر انبیاءِ سابقین کی شریعت کا اتباع مراد ہو تو حضور ناسخ نہ رہیں گے اور اگر انبیاءِ سابقین کے اعمال و افعال کی اقتداء مراد ہو تو حضور مقلّد قرار پائیں گے اور حضور کسی نبی کے مقلد نہیں، تو بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے ہر نبی ایک کمال اور ایک خوبی کے ساتھ متصف تھا۔ ایسی خوبی جو دوسرے نبی میں نہ ہوتی تھی۔ جیسے موسیٰ کلیم اللہ

حضور کی رسالت عام ہے سارے جہان کیلئے ہے

(۱۲۵) تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ــــــــ (فرقان، ۱) ترجمہ:- بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اُتارا اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سُنانے والا ہو

اللہ تعالےٰ کے سوا جو کچھ ہے اسے عالم کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا بیان ہے کہ آپ عالمین کے لیے نذیر ہیں۔ لفظ عالمین میں جن، انسان، ملائکہ، حیوانات و نباتات سب ہی داخل ہیں اور حضور ان سب کے لیے رسول و نبی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم)	میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ

" حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے حیوانات و نباتات، نبی و رسول بنا کر مبعوث کیئے گئے ہیں"۔

شبِ زندگی کو سحر کرنیوالے خذف کو حریفِ گہر کرنیوالے
عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشمِ کرم کا سوالی

مخلوقاتِ الٰہی میں حضور کی نظیر محال ہے

(۱۲۶) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (الضحیٰ، ۷)

ترجمہ:۔ اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کچھ مترجمین نے ضَالّ کے معنیٰ گمراہی، بھٹکنا، راہ بھولا ہوا، گم کردہ راہ بے بہرہ کیئے ہیں مگر یہ معنیٰ عقل و نقل اور دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں درست نہیں،

اوّل تو اس لیے کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔ اور معصوم گمراہ نہیں ہوتا۔ دوم اس لیے کہ قرآن نے واضح لفظوں میں حضور سے ضلال کی نفی کی ہے۔

(۱۲۷) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (نجم)	تمھارے صاحب (حضور علیہ السلام) نہ گمراہ ہوئے نہ بے راہ چلے۔

قرآنِ مجید کی اس تصریح کے بعد حضور کے لیے گمراہی و بے راہروی کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سوم اس لیے کہ حضور علیہ السلام اول المسلمین ہیں۔ حضور کی یہ خصوصیت قرآنِ مجید سے واضح ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

لہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ انھم معصومون من صغائر کلہا کعصمتھم من الکبائر اجمعھا۔ یعنی مالکی شافعی اور حنفی مسلک کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت لازم آئیگی۔ جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائےگا۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں انبیاء کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں جو گناہ دکھائی دیتی ہیں۔ پھر انبیاء کی اپنے افعال پر ندامت و استغفار بھی منقول ہے۔ پھر مطلق عصمت کے قول کے معنی؟ مختصر جواب یہ ہے کہ کوئی کام گناہ اس وقت قرار پاتا ہے جب کہ کسی حکم کی نافرمانی کا عزم و قصد ہو۔ اگر عزم و قصد نہ ہو بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے۔ قرآن و سنت میں انبیاء کرام کے جس قدر ایسے افعال کا ذکر ہے جو گناہ دکھائی دیتے ہیں ان میں عزم و قصد ہرگز نہیں ہے لہٰذا وہ گناہ نہیں اور انبیائے کرام کا اپنے ایسے افعال پر جو بلا عزم و ارادہ سرزد ہو جائیں ندامت و استغفار فرمانا گناہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الٰہی میں تواضع و انکساری کے لیے ہے۔

حضور اول المسلمین ہیں

(۱۲۸) لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام، ۱۶۴)

ترجمہ:۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور کے سب سے پہلے، مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر آپ ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی اُمّت آپ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوتی ——— اور اوّلیتِ حقیقیہ بھی مراد ہو سکتی ہے اور یہ ہی معنیٰ زیادہ مناسب ہیں کہ سب مخلوقات سے پہلے توحید کا عرفانِ کامل حضور کو حاصل ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور کے نُور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ہی نے توحید کی شہادت دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ (تفسیر قرطبی)

میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد۔

تو جو ہستی پاک اول المسلمین ہو اور جسے توحیدِ الٰہی کا عرفانِ کامل سب سے پہلے حاصل ہوا ہو۔ وہ معاذ اللہ بے خبر، بے راہ اور گمراہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور چونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی اُلوہیت و وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم بھی حضور ہی کو دیا ہے۔ حضور ہی سب سے پہلے رب العٰلمین جل مجدہٗ کی عظمت و کبریائی اور جلال کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

(۱۲۹) قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (انعام-۱۴)

اے محبوب تم فرماؤ بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا۔

جس دین کی دعوت دینے کے لیے حضور مبعوث ہوئے، اسے سب سے پہلے

قبول کرنے والے بھی حضور ہیں اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساجد (سجدہ کرنے والے) بھی آپ ہی ہیں۔ علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے

عاجزی، انکساری، فرمانبرداری اور میدانِ محبّتِ الٰہی میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس ہے۔ حضور نے بلا واسطہ اپنے رب کے حضور سرِ عبودیت جھکایا اور تمام انبیاء ورُسل نے حضور کے واسطہ سے۔ پس حضور تمام نبیوں اور رسولوں کے بھی رسول ہیں اور سب حضور کے اُمتی ہیں[1]۔ (روح المعانی) جو اس شان و عظمت کا رسول ہو وہ ذات وصفاتِ الٰہی اور منشاءِ ربی سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ آیتِ بالا میں لفظِ ضالّ حضور سید کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء اور آپ کی عظمت و رفعت کا آئینہ دار ہے۔

ضالّ کے معنیٰ ایک تو وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے اور جسے بعض مفسرین نے بیان کیا۔ اور ضال اس پانی کو بھی کہتے ہیں جو دودھ میں مل جائے۔ اب مطلب آیت یہ ہوگا کہ حضور کافروں میں گھِرے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے ان پر غلبہ عطا فرمایا۔

ضالّ اس درخت کو بھی کہتے ہیں جو جنگل میں اکیلا اور نہایت اونچا ہو جسے

---

[1] فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبۃ روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وخدا سلم نفسہ لمولاہ بلا واسطہ وکل اخوانہ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فی عالم الارواح انما اسلموا نفوسھم بواسطتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھو صلی اللہ علیہ وسلم المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوٰۃ والتسلیم فی عالم الارواح وکلھم امۃ (روح المعانی) سورہ انعام آیت ۱۴

دیکھ کر لوگ دُور ہی سے راستہ معلوم کرلیں۔ اب معنیٔ آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو ملکِ عرب میں عظمت و مرتبہ میں یکتا، ہدایت کا آفتابِ واحد اور صفاتِ حمیدہ سے موصوف اکیلا پایا تو آپ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی۔

(مدارج النبوۃ، روح البیان)

کونسی خوبی تھی جو نُور کے پیکر میں نہ تھی
کون پھُول تھا جو زیبِ گلستاں نہ تھا

حضور کا فضل و کمال بھی لاریب فیہ ہے

(۱۳۰) الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

(بقرہ، ۱) ترجمہ :۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) ذرا شک کی گنجائش نہیں اس میں —— آیتِ بالا قرآنِ مجید کی جلالتِ شان کی آئینہ دار ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ قرآنِ مجید میں شک نہیں کیا جاتا۔ شک کرنے والے تو ہر دور میں موجود تھے، رہے ہیں اور آج بھی ہیں بلکہ یہ فرمایا لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی قرآن کے پیش کردہ دلائل واضح اس کی تعلیمات روشن۔ اس کے بیان کردہ تاریخی واقعات بے غبار اور پیشگوئیاں صادق ہیں۔ جو عاقل اور انصاف پسند طبیعت کو اس کے کتابِ الٰہی اور حق ہونے کے یقین پر مجبور کرتی ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں شبہ کرتا ہے تو یہ اس کی کور ذوقی اور کج فہمی ہے۔ اندھے کو آفتاب کی روشنی نظر نہ آئے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے۔ آفتاب تو آفتاب ہی ہے۔ تو آیتِ بالا جہاں قرآن کی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔ وہاں صاحبِ قرآن حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ و مقام کی بلندی کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ اوّلاً تو یوں کہ جس ہستی مقدس پر ایسی کتاب نازل کی گئی جو لاریب فیہ ہے تو ضرور وہ ہستی بھی اپنے فضل و کمال میں لاریب فیہ ہے۔ جیسے قرآن کی عظمت اور اس کے

منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں ۔ ایسے صاحبِ قرآن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی عظمت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

سورہ بقر میں فرمایا۔ "اے مسلمانو! کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے ۔ تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں وہ تھا کہ اللہ کا کلام سُنتے ، پھر سمجھنے کے

(۱۳۱) يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ	بعد اسے دانستہ بدل دیتے (بقرہ ، ۷۵)

یعنی یہود کا حضور کی رسالت سے انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے ۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی مدح و ثنا اور صفات و کمالات کے ذکر سے آسمانی کتابیں بھری پڑی ہیں ۔ انھیں یقین ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس حق و صداقت کی ایسی مشعلِ تاباں ہے، جہاں شک و شبہ کا غبار نہیں پہنچ سکتا ۔ حضور سچے رسول ہیں اور آپ کی رسالت ایسی روشن حقیقت ہے جو لاریب فیہ ہے ۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی یہود کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا ان کی کج فہمی اور کور باطنی پر مبنی ہے ۔

حضور کے علمِ بیکراں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں

(۱۳۲) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ترجمہ :- اور سکھا دیئے آدم کو تمام اشیاء کے نام ۔

حضرت ابن عباس ، عکرمہ ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔

عَلَّمَهٗ اَسْمَاءَ جَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا جَلِيْلِهَا وَحَقِيْرِهَا (قرطبی)	اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے ۔

اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپ کو کائنات کے اسرارِ سربستہ سے آگاہ فرمایا جائے۔ مفسّرین کرام فرماتے ہیں یہ عزّت و سرفرازی جو آپ کو عطا ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ آپ کو "تکوینی علوم" یعنی اشیائے کائنات کی صفات، خاصیت اثرات، افعال و خواص اور ان کی حقیقت و ماہیت اور اصولِ علوم و صناعات کے علم سے نوازا گیا (روح المعانی)۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو اللہ کے خلیفہ مطلق، رسولِ عالم، محبوبِ محترم حضور سیدِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃُ والثناء کے علوم و معارف کا کیا کہنا۔ لائقِ نفرت ہے وہ آواز جو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی توحید کے نام پر اٹھائی جارہی ہے کہ نبی کو صرف علمِ شریعت دیا جاتا ہے۔ "تکوینی علوم سے ان کا کیا تعلق"، پھر اس غلط منطق کی آڑ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علمِ بیکراں کی وسعتوں کو تنگ سے تنگ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا سارا زور صرف کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کے مقامِ رفیع کو بلاچون و چرا تسلیم کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

دوم یوں کہ کتابِ مجید کی عظمت کے اظہار سے پہلے الٓمّٓ کا مقدس جملہ ہے جو قرآن کے تعارف سے بھی پہلے حضور کا تعارف کر رہا ہے۔ یعنی حضور ہی وہ ہیں جو اسرارِ الٰہی کے واقف اور رازِ خداوندی کے عالم ہیں۔ مفسرینِ کرام فرماتے ہیں۔ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے الٓمّٓ، حٰمٓ، کھیعص تو یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کے درمیان ہیں۔

سِرٌّ بَینَ اللّٰہِ وَرَسُولِہ (رُوح المعانی)	یہ راز کی باتیں ہیں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان

یہ تو خدا اور محبوبِ خدا کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ وحیِ جلی اس راز سے پردہ نہیں اٹھاتی۔ ان اسرارِ الٰہیہ کی جلوہ گاہ تو صرف محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس

ہے۔ حضور ہی اس کے صحیح مفہوم و معنیٰ سے واقف ہیں اور کوئی نہیں۔

حضور ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں

(۱۳۳) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ترجمہ:۔ اور یاد کرو (اے محبوب) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو منصبِ خلافت عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ ذکر تو ہے سرفرازی آدم علیہ السلام کا۔ مگر ربك میں رب مضاف ہے ك ضمیر کی طرف جس کا مرجع ذاتِ سرور انبیاء محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی نسبت حضور کی ذات کی طرف فرمائی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس اضافت میں جو لطف و مزا ہے اس کا ادراک اہلِ محبت و عرفان ہی کر سکتے ہیں۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی خلیفۂ اعظم، خلیفہ مطلق اور خلیفۂ کائنات ہے۔ اگر یہ ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو آدم پیدا ہی نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔[۱]

حضور کی اطاعت کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ والاصفات کو اپنا قائم مقام اور اپنی ذات و صفات کا مظہرِ اتم بنایا ہے ــــ اگر کوئی مسلمان محض اپنی عقل سے دن بھر روزہ سے رہے

---

[۱] كَانَ رَمْزًا اِلٰى اَنَّ الْمُقْبَلَ عَلَيْهِ بِالْخِطَابِ لَهُ الْحَظُّ الْاَعْظَمُ فَهُوَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ الْخَلِيْفَةُ الْاَعْظَمُ وَلَوْ لَاهُ مَا خَلَقَ اٰدَمَ وَلَا وَلَا (روح المعانی)

رات عبادت میں گزارے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرے سب فضول اور بیکار ہے۔ کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر حضور کی سنت کی نیت سے دوپہر میں آرام کرے گا تو ثواب بے حساب پائے گا۔ بیت الخلا جاتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اس نیت سے رکھے کہ حضور کی سنت ہے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور مہینوں اپنی رائے اور عقل سے فاقے کرلے، خدا کو خوش کرنے کے لیے ہاتھ سکھالے اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا، کیوں؟ اس لیے کہ مرکزی چیز حضور کی اطاعت اور آپ کا اتباع ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ صدقہ و خیرات اسی وقت عبادت ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محمود ہیں جب کہ ان میں سنّتِ رسول اور تصوّرِ رسول[ل] ہو۔ قرآن نے تصریح کی کہ حضور کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں ہے۔ حضور کی اطاعت تو اللہ کی اطاعت ہے بلکہ حضور کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔

(۱۳۴) مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی (النساء، ۸۰)
ایمان ہے قالِ مُصطفائی	قرآن ہے حالِ مُصطفائی

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور کے وسیلہ سے قبول ہوئی

(۱۳۵) فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (بقر) ترجمہ: پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ زمین پر اُتارے گئے۔ تین سو برس

ل نماز جو کہ اللہ عزّ وجل کی خالص عبادت ہے قعدہ میں السّلام علیک ایها النبی عرض کرنا عبادتِ خداوندی میں اس کے محبوب رسول کا تصور نہیں تو اور کیا ہے؟

تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا (تفسیرِ خازن) اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے مگر مغفرت کی خوشخبری نہ ملی۔ آپ فکرِ توبہ میں حیران ہوئے کہ اسی عالم میں ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمتِ الٰہی مائل بہ کرم ہوگئی —— طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں ملتجی رحمت تھے کہ انھیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا اور روحِ خاص ان کے اندر پھونکی تھی تو اس وقت انھوں نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا —— حضرت آدم نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ خداوندی میں جو قدر و منزلت اور عزت حضور کی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور کا نام اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی۔

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ	الٰہی میں تجھ سے محمد مصطفےٰ علیہ السلام کے صدقہ مانگتا ہوں کہ میری خطا معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ آدم تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا۔ آپ نے عرض کی۔ ساقِ عرش پر کلمہ کی تحریر سے۔ اللہ نے فرمایا۔ بیشک وہ آخری رسول ہیں۔ تیری اولاد سے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی ج ا صہ ۱۱۶ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ) معلوم ہوا بارگاہِ الٰہی میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابوالبشر جنابِ آدم علیہ السلام کی خطا آپ کے صدقہ، وسیلہ اور واسطہ سے معاف ہوئی۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجّینا

خوب یاد رکھئے کہ اللہ تعالےٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے بکمال لطف وکرم اپنے محبوب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حق دیا ہے تو اسی تفضلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔

حضور اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمےٰ ہیں

سورہ آلِ عمران میں فرمایا۔ (۱۳۶) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آلِ عمران، ۱۶۴) ترجمہ:۔ بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انھیں سے ایک رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے کسی نعمت کے احسان کا ذکر نہیں کیا جس انداز سے حضور کی ذات کے متعلق فرمایا کہ ہم نے بڑا احسان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے افضل واکمل اور اجمل نعمت حضور کی ذاتِ اقدس ہی ہے ؎

میں کیا بھلا ثنائے شہِ ہاشمی کروں
تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

حضور شارع ہیں

(۱۳۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (مائدہ، ۱۰۱) ترجمہ:۔ اے ایمان والو، ایسی باتیں نہ پوچھو۔ جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمھیں بُری لگیں۔

بعض لوگ حضور علیہ السلام سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ حضور کی خاطرِ مبارک پر گراں ہوتا۔ ایک روز حضور نے فرمایا۔ مجھ سے دریافت کرو۔ ہر بات کا جواب دوں گا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا۔ جہنم (تفسیر احمدی)۔ حدیث مسلم

کا مضمون ہے کہ حضور نے خطبہ میں فرمایا کہ حج فرض ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور خاموش رہے۔ سائل نے پھر دریافت کیا تو حضور نے فرمایا۔ جو میں بیان نہ کردوں اس کے درپے نہ ہوا کرو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہوجاتا اور تم نہ کر سکتے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فرض نبوت کو خوب جانتے ہیں۔ تمھیں بلا وجہ اور بے فائدہ سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر کسی بات کے متعلق حضور ہاں یا نہیں فرما دیں تو وہ خدا کی ہاں یا نہیں قرار پائے گی۔ معلوم ہوا کہ احکامِ شریعت حضور کے سپرد ہیں۔ جو فرض فرما دیں فرض ہو جاوے۔ نہ فرمائیں نہ ہو۔ حضور کے اس منصب خاص کے متعلق سورہ اعراف میں فرمایا۔

حضور آمر و ناہی ہیں

(۱۳۸) يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ترجمہ:۔ وہ انھیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ ستھری چیزیں ان پر حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔

یہ آیت اس امر میں بالکل صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی اختیارات عطا کیے ہیں۔ حرام و حلال صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوا بلکہ جو کچھ حضور نے حرام یا حلال کیا وہ بھی قانونِ خداوندی ہے اور حضور کو بھی کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا منجانب اللہ اختیار حاصل ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام

حضور سرور کائنات کا کام صرف یہ ہی نہیں ہے کہ وہ بندوں تک اللہ کی وحی کو پہنچا دیں اور بس۔ بلکہ حضور کا منصب وحی

الٰہی کے معنی و مفہوم کو بیان کرنا بھی ہے ۔ وہ صرف قاصد ہی نہیں بلکہ مطاع ، حاکم ، ہادی امام ، مربی ، بشیر ، نذیر ، سراجِ منیر ، صاحبِ حکمت ، صاحبِ خلقِ عظیم ، صاحبِ مقامِ محمود ، مصطفٰے ، مجتبیٰ ، شارح ، وحی الٰہی کے مفسر ، معلمِ کائنات ، مزکی ، داعی الی اللہ بھی ہیں ۔ وہ اللہ کے نائب ، اس کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم بھی ہیں ۔

حضور کے اس منصب و درجہ کی شاہد چند آیاتِ قرآنیہ یہ ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہم نے رسولِ کریم کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جائے ۔

(۱۳۹) مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء آیت ۶۴)	ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے

رسول کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ جاہل کفار کا خیال تھا جو یہ کہتے تھے ۔

(۱۴۰) اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا	کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اسرائیل ، ۱۰)
(۱۴۱) اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا	کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے (تغابن ۱)
(۱۴۲) مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر (مومنین ، ۲)

کفار و منافقین ہی کی یہ عادت تھی کہ وہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام اور آپ کے رتبہ و مرتبہ کی بلندی کا انکار حضور کو اپنے جیسا بشر کہہ کر کیا کرتے تھے ۔ وہ آپ کو ظاہری و جسمانی طور پر اپنی طرح کا دیکھ کر آپ کو انسانوں کی عام سطح پر لے آتے تھے ۔ ان کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ حضور جو اللہ کے بندے اور

انسان ہیں وہ اخلاق، روحانی، قلبی اور عملی حیثیت سے عام انسانوں سے کیونکر برتر ہوسکتے ہیں ۔ قرآنِ مجید میں مختلف انداز سے کفار کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے ۔ سورہ ابراہیم میں ہے کہ انبیاء کرام نے کفار کو جواب دیا ۔

(۱۴۳) اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ	ہم ہیں تو ظاہری صورتِ بشری میں تمھاری طرح انسان، مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے

آیتِ بالا میں یہ بتایا گیا کہ کفار کی نظر انبیاء کرام کے ایک رُخ یعنی ظاہری جسم پر پڑتی ہے ۔ انبیاء کرام سے جواباً کہلوایا گیا کہ ہاں ہم اللہ کے بندے اور انسان تو ہیں مگر کیسے انسان ؟ ایسے انسان جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے ۔ علم و حکمت سے سرفراز کیے جاتے ہیں —— یہ بھی واضح ہوا کہ انبیاء کرام کے صرف ایک رُخ بشری کو پیش کرنا اور صرف اسی پر اصرار کرنا کفار و منافقین کی عادت ہے مسلمانوں کی نہیں —— کفار ہی کے جواب میں حضور سے کہلوایا گیا ۔

(۱۴۴) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ (کہف، ۱۱۰)	ظاہری صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں ۔ مجھے وحی آتی ہے ۔

حضور کی بشریّت عام انسانوں کی بشریّت کی طرح نہیں

اس آیت میں کفار کے خیالِ باطل کی تردید کردی گئی انھیں بتایا گیا کہ ایک عام بشر اور رسالت و وحی پانے والے بشر کی پوزیشن اور حیثیت ایک جیسی کیسے ہوسکتی ہے جو بشر اللہ کا رسول ہو وہ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہدایت پا کر کام کرتا ہے ۔ ایسے بشر کی حیثیت جو وحیٔ الٰہی سے مشرف ہو ایک عام بشر کی طرح کیسے

ہوسکتی ہے؟

محمد سرِّ وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضور سے جس کو نسبت ہوگئی وہ بھی بے مثال ہے

قرآنِ مجید میں حضور کی شانِ عالی اور آپ کی بشریت کی عظمت کے اظہار کے لیے اس حقیقت کو بھی پیش کیا گیا کہ جن مستورات کو حضور سے شرفِ زوجیت حاصل ہوگیا۔ وہ بے مثل و بے مثال ہوگئیں۔

(۱۴۵) یٰنِسَاۤءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۤءِ (احزاب ۳۲)

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی تمھارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، تمھارا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر ہے اور جہان کی عورتوں میں کوئی تمھارا ہمسر نہیں - اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے گا تو حضور کی ازواج مطہرات کو بیس گنا —— غور کیجئے جن مستورات کو حضور کی بی بی بننے کا شرف حاصل ہوگیا - انھیں جہان کی عورتوں پر فضیلت و بزرگی حاصل ہوگئی تو جس ہستیٔ پاک سے نسبت کی وجہ سے انھیں یہ رُتبہ ملا - اس ہستیٔ مقدس کے رتبہ درجہ اور مقام کا کنارا کسے ہاتھ آسکتا ہے

حضور نور ہیں، محمود ہیں محمد ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لیے

خوب یاد رکھیے کہ نبوت و رسالت انسانیت کی وہ معراجِ کمال ہے جس سے برتر و بالا منصب اور کمال عالمِ امکان میں نہیں ہے - قرآنِ مجید میں جہاں کہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ ہی یوحیٰ الی کا وصف بھی موجود ہے - حضور کی ذاتِ اقدس کے لیے قرآن میں جہاں لفظِ بشر کا استعمال ہوا ہے تو اس کے ساتھ ہی رسول کا وصف بھی موجود ہے ھل کنت

اِلّا بشراً رسولا (اسراء) قرآنِ مجید نے حضور علیہ السلام کو صرف بشر اور محض بشر کی حیثیت سے کہیں نہیں پیش کیا اور جہاں محض بشر یا صفاتِ بشریت کا ذکر ہے تو وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل کی ہے۔ قرآنِ مجید میں کفار کے جو اقوال نقل ہوئے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو صرف بشر، محض بشر اور اپنا جیسا بشر کہنا کفار و مشرکین کا وطیرہ تھا۔ مسلمانوں کا نہیں۔

حضور کی ذاتِ اقدس مرکزِ ایمان ہے

خوب یاد رکھئے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق کا مطلب یہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستقل تعلق کسی کا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے تعلق حضور سے تعلق ہی سے حاصل ہوگا۔ اس لئے خدا کی اطاعت کے معنیٰ حضور کی اطاعت، خدا کی رضا کا مطلب، حضور کی رضا اور خدا وندِ قدوس کو دُکھ دینے کے معنیٰ حضور کو دکھ دینے کے ہیں۔

(۱۴۶) یُخٰدِعُونَ اللہ (بقرہ) | یہ کافر اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں

معمولی ہوشیار آدمی کو فریب دینا مشکل ہے۔ خدا کو کون فریب دے سکتا ہے؟ تو آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور کو فریب دینا چاہتے ہیں — لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنیٰ حضور پر ایمان لانے کے ہیں۔

ہر آسمانی کتاب علمبردارِ توحید ہے۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ سب کے ہاں، سب کی تعلیم میں توحید ہے۔ باری تعالےٰ جل مجدہٗ کی وحدانیت ایک واضح حقیقت ہے — ہر آسمانی کتاب میں وہی مضامین ہیں جو قرآنِ مجید میں ہیں۔

(۱۴۷) قُلْ فَاْتُوا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللہِ ھُوَ اَھْدٰی | تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں (توریت و

مِنْهُمَا (قصص، ۴۹)	قرآن) سے زیادہ ہدایت کی ہو۔

تو اگر غیر محرف توریت وانجیل یا زبور ہوا ور صحیح طور پر اس پر عمل و عقیدہ بھی ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں - اسی طرح محض توحید پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا، یہود ونصاریٰ اور دیگر مذاہب والے خدا کو مانتے ہیں مگر بالاتفاق کافر ہیں - جب تک حضور کی رسالت کی تصدیق نہ ہو۔

(۱۴۸) وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ (حدید، ۲۸)	اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ - وہ اپنی رحمت سے دو حصے (ثواب) تمھیں عطا فرمائے گا۔

تو مرکزِ ایمان و اسلام حضور کی ذاتِ اقدس ہے - حضور کی رسالت کو مان لیا تو ضمناً خدا کی، جنت و دوزخ، حشر و نشر غرضیکہ دین کی تمام ضروری باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ لہٰذا توحید پر ایمان جب معتبر ہو گا جب کہ حضور کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔

(۱۴۹) هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (حدید)	وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اُتارتا ہے تاکہ تمھیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔

اندھیروں سے اُجالے کی طرف، باطل سے حق کی طرف، ظلمت سے نُور کی طرف آنے کے لیے، وسیلہ و واسطہ حضور ہی کی ذاتِ اقدس ہے - ظاہر ہے وسیلہ پہلے ہوتا ہے اور منزل بعد میں۔

شاہد و شہید رسُول

قیامت کے دن تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کے احوال و اعمال کی شہادت دیں گے - یہ منصب تو تمام

انبیاءِ کرام کا ہے مگر اس خصوص میں حضور سیدِ انبیاء، حبیبِ کبریا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ نہ صرف اپنی امت کے اپنے نورِ نبوت سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے ایمان، حقیقتِ ایمان اور درجاتِ ایمان، نیک و بد اعمال حتیٰ کہ اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔ اس لئے حضور کی گواہی حق اور دُرست قرار پائے گی۔[1]
نیک و بد اعمال اور کفر و نفاق و ایمانِ اسلام پر گواہی دیں گے بلکہ انبیاء سابقین کی شہادت کے دُرست ہونے کی بھی گواہی دیں گے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔ تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں) کا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

(۱۵۰) وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِيۡدًا (نساء، ۴۱)	اور اے محبوب ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

حضور کیسے گواہی دیں گے کہ تمام انبیاء نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا اور پیغامِ الٰہی حرف بحرف پہنچا دیا۔ حضور اپنی امت اور دیگر انبیاء کی امتوں کے نیک و بد، ایمان و نفاق کی گواہی کیسے دیں گے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں کہ شاہد و شہید کے معنی یہ ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم

ص[1] اور تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور کی امت ہیں۔ قیل الاشارۃ الیٰ جمیع امۃ (قرطبی) تفسیر عزیزی کی عبارت یہ ہے۔ و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدینِ خود کہ کدام درجہ دینِ من رسیدہ و حقیقتِ ایمانِ او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہانِ شما را و درجاتِ ایمانِ شما را و اعمالِ نیک و بد شما را و اخلاص و نفاقِ شما را۔

کتمانِ حق

یہود کا بدترین جرم

توریت و انجیل اور دیگر آسمانی کتابیں حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے ذکرِ خیر سے مزین تھیں۔ ان صحائفِ سماویہ میں حضور کی صفات و کمالات، اور آپ کی روشن اور واضح علامات کا تفصیلی بیان درج تھا ــــ علماء بنی اسرائیل کا جرم یہ تھا کہ وہ ان حقائق اور حضور کے فضائل و مناقب کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تاکہ لوگ ان پر مطلع ہو کر حضور پر ایمان نہ لے آئیں۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اس مذموم حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

(۱۵۰) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (بقرہ، ۴۲)	اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔

مفسرینِ کرام نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ یہ اور اس سلسلہ کی دیگر آیات میں علماءِ بنی اسرائیل کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ آسمانی کتابوں میں مندرج حضور خاتمِ انبیاء علیہم السلام کی نعت، اوصاف و کمالات اور علاماتِ نبوت کو عوام سے چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ ای دین الاسلام بانکارهم نعت النبی

صلی اللہ علیہ وسلم (خازن، مدارک، قرطبی، روح المعانی)

معلوم ہوا کہ حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ وصفاتِ جلیلہ کو چھپانا اور لوگوں کو حضور کے مرتبہ ومقام کی عظمت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کرنا یہود کا شیوہ تھا۔ اسلام کا دعوٰے کرنے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے ہادی اور مربی اور محسنِ اعظم رسول کی مدح وثنا اور کمالات بیان کرنے سے ان کی زبان میں لکنت اور فضائل سننے سے دل میں گھٹن ہو۔ مومنِ مخلص کی شان تو یہ ہے کہ

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواہ ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مومن مخلص وہی ہے جو اللہ ورسول کے حکم پر لبیک کہے

قرآنِ مجید نے تصریح کی ہے۔ مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہیں اور اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۱۵۱) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

(النور، ۵۱)

ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ان کے درمیان فیصلہ دیں تو ان کا جواب سوا اس کے کچھ اور نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سمعنا واطعنا ہم نے سنا اور مانا۔

اطاعتِ رسول ہی کامیابی کا زینہ ہے

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز وفلاح کے لیے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی وبدبختی ہے۔ اسی طرح حضور کی نافرمانی کا حال ہے۔

(۱۵۲) مَن يُّطِعِ اللهَ وَرَسُولَهٗ فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِيمًا (احزاب ۷۱)

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پالیا

(۱۵۳) وَمَن يَّعصِ اللهَ وَرَسُولَهٗ فَقَد ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا

جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ (احزاب ۳۶)

نہ صرف یہ بلکہ اطاعتِ رسول سے حریمِ حق میں رسائی کی نعمت ملتی ہے۔ سینہ علم و عرفان کا خزینہ بن جاتا ہے اور اسرارِ کائنات منکشف ہو جاتے ہیں۔ علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ سورہ نساء کی آیت ۶۹ وَمن یطع اللہ والرسول الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یصلون بسلوکہ جناب القدس ویفتح علیھم ابواب الغیب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عمل بما علمہ ورثہ اللہ علم مالم یعلم (بیضاوی)

اطاعتِ رسول کی برکت سے انہیں حریمِ الٰہی تک پہنچنے کا راستہ مل جائیگا اور ان پر غیب کے دروازے کھل جائینگے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم القا فرماتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

اللہ اکبر۔ جس ہستی مقدس کی اطاعت سے ایک بندہ خدا علم و معرفت کے اس مقامِ رفیع پر فائز ہونے کا شرف پاتا ہے اس ہستی مطہر کے علم و فضل کے کیا کہنے ؂

محمد علم و حکمت کا مدینہ   محمد چشمۂ رشد و ہدیٰ ہے

حضور امامِ کل اور ہادیٔ کائنات ہیں

حضور علیہ السلام منجانب اللہ امامِ کل مرشدِ معصوم اور ہادیٔ کائنات ہیں۔ ہر معاملہ اور ہر مسئلہ میں حضور کو حاکم ماننا اسی طرح ضروری ہے جیسے اللہ عزّوجل کو۔

(۱۵۴) وَجَعَلْنَا هُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (سجدہ، ۲۴)

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔

(۱۵۵) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء، ۵۹)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ کا فقرہ خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ مسائل شرعی میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول کی طرف رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول دونوں کو حَکم بنانے کا حکم دیا۔ اگر مرجع صرف قرآن ہوتا تو فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ کہنا کافی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ والرسول فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی غیر مشروط اور مستقل اطاعت لازم و واجب ہے اور دین اسلام کے آئینی و قانونی ماخذ کتاب و سنت ہی ہیں۔

انھیں کا ذکر انھیں کا بیان انھیں کا نام
ہر ابتدا کے لیے ہے ہر انتہا کے لیے

حضور کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں

قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہلِ ایمان کے لیے فرض بلکہ شرطِ ایمان ہے۔ جو شخص رسول کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔ حضور کی حاکمیت کو تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

(۱۵۶) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ..... الخ (النساء، ۶۵)

اے رسول! تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمھارا حکم نہ مان لیں۔

(۱۵۷) مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (احزاب ۳۶)

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہدِ نبوی کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امرًا کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست (جامی)

نبی کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے

قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے۔ اور اللہ کے ساتھ نبی کو راضی کرنا بھی ضروری ہے بلکہ شرط ایمان ہے۔

(۱۵۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلہ، ۹)

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

(۱۵۹) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی زیادہ قریب ہے۔ مومنوں کی جانوں سے۔ (الاحزاب ،۶)

اللہ اور رسول کو راضی رکھنا ضروری ہے

(۱۶۰) وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (توبہ، ۶۲) ترجمہ:۔ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری ہے۔

قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے جو اپنی خودغرضی اور منافقت کی وجہ سے اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

(۱۶۱) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (نساء، ۶۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف آؤ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف۔

اس آیت میں حضور کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ آپ کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ تو قرآن ہے لیکن وَاِلَی الرَّسُوْلِ قرآن نہیں۔ یہ تو حضور کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ کی نافرمانی پر کفِ افسوس ملیں گے اسی طرح حضور علیہ السلام کی نافرمانی پر افسوس کرتے ہوں گے۔

(۱۶۲) یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب، ۶۶)

جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

اگر رسول کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اللہ تعالیٰ کا حضور کے ساتھ دائمی تعلق ہے

حضور سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت بھی بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے عارضی و وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہوا اسی وقت یہ تعلق قائم ہوا اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے دائمی تعلق ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

(۱۶۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ (نسا، ۱۱۳)

اے محبوب! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہِ راست سے ہٹانے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں

اس آیہ مبارکہ میں تصریح کر دی گئی کہ حضور علیہ السلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے۔ فضلِ الٰہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیہ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱۶۴) وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ، ۶۷)

اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا۔

اس آیہ کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسمِ نبوی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لیے نبی کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اسی بنا پر حضور نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقًّا (بخاری)

اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی کا ظہور ہوتا ہے۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ حضور علیہ السلام صرف پیامبر ہی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے ہادی اور معلمِ کائنات بھی ہیں۔ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآنِ مجید کی جو تفسیر اور قرآنی احکام کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کی ترجمانی ہے۔ حضور کا قول و عمل اور کردار اسی طرح اللہ کا دین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن ہے

پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العلمین صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفرِ صریح ہے

سب سے اہم بات جو تمام مسلمانوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ ہے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً عمداً اشارۃً کنایۃً ادنیٰ گستاخی و بے باکی کفرِ صریح ہے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی شان میں ذرا بھی بے ادبی کرنے والوں کو ایمان و اسلام کے دعویٰ کے باوجود کافر قرار دیا ہے تاوقتیکہ صدقِ دل کے ساتھ جو بے ادبی کے کلمے بولے ہیں۔ ان سے توبہ نہ کریں۔

(۱۶۵) یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ (توبہ ۴، ۷)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بےشک وہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہوکر کافر ہوگئے۔

ابن جریر وطبرانی ۔ حضرت سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک کرنجی آنکھوں والوں سے فرمایا کہ تم اور تمھارے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا ۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا ۔ اس پر اللہ عز وجل نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول کی شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے ۔ اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعوٰے کرے ۔ اسلام و مسلمین کی دینی و ملی خدمت بھی کرے ۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے، عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے ۔ جبتک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے ۔

۲ ۔ ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی ۔ اس کی تلاش کی جارہی تھی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے ۔ حضور کے اس فرمان پر ایک منافق بولا ۔

" محمد صلے اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے ۔ محمد غیب کیا جانیں ۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے ۔

اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے ۔ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو ۔

(۱۹۶) قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (توبہ ۱۴)

کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد

غور کیجئے، حضور کی شان میں اتنی گستاخی۔ صرف یہ جملے کہنے (کہ محمد غیب کیا جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انھیں کافر قرار دیا اور فرمایا تم اللہ کی آیتوں اور رسول کا مذاق اڑاتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے کیونکہ اس لفظ سے حضور کی شان میں بے ادبی کی بُو آتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شانِ نبوت اور خصائصِ نبوت سے ہے۔ ان دو آیتوں سے اندازہ کر لیجئے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے۔ ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کرے مصطفٰے کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی۔ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

نبی کریم کے گستاخ کی دین دنیا برباد ہو جاتی ہے

حضور نبی کریم علیہ السلام نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور اپنی صداقت اور امانت کی ان سے شہادت لے کر اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابولہب نے آپ سے کہا "تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا" ——— اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے کلمہ گستاخانہ کا جواب دیا اور اپنے محبوب رسول کی حمایت میں فرمایا۔

(۱۹۷) تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ

وَ تَبَّ (تبت ۱) | اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

اللہ اکبر، بارگاہِ الٰہیہ میں حضور کا اعزاز یہ ہے کہ ابولہب آپ کی شان میں گستاخی کے کلمے بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا خود دفاع فرماتا ہے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ابولہب نے حضور کے حق میں تبالك آپ تباہ ہو جائیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی طرف سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا۔ ابولہب تو کہتا ہے کہ میرا محبوب رسول تباہ ہو جائے۔ وہ تباہ نہیں ہوں گے تو ہو گا اور تو تباہ ہو بھی گیا ۔

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
کافر ان سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہنے لگا۔ جو میرے بھتیجے میرے متعلق کہتے ہیں (کہ میں ہلاک ہو گیا) اگر صحیح ہے تو میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے مال و زر اور اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس خیال کی بھی تردید فرما دی اور فرمایا دین و دنیا میں تیرے لیے خسارہ اور ہلاکت ہے۔ مال و دولت اور تیری اولاد تجھے تیری بدبختی سے نجات نہیں دلا سکتے۔

(۷۸) مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (تبت ۲) | اس کے کچھ کام نہیں آیا اس کا مال اور نہ جو اس نے کمایا

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ادنیٰ گستاخی سے دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں اور ذلت و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

وہ کہ اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق قرآنی تعلیمات کا صحیح علم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل اور کردار ہی کی روشنی میں حاصل ہو سکتا ہے

مقامِ نبوت کی یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن کے مطالب و معنیٰ کو سمجھنے کے لیے حضور کے قول و عمل و کردار کی ضرورت ہے کیونکہ حضور قرآن کے شارح اور حقیقی مفسر ہیں اور حضور کے قول و عمل کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنے کی کوشش گمراہی و بیدینی کی طرف لے جاتی ہے۔ سورۂ نحل میں فرمایا۔

(۱۶۹) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل، ۸۹)	ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور قرآنی علوم و معارف کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

(۱۷۰) وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ (نحل، ۴۴)	اے محبوب ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ (اس کے مطالب) خوب خوب واضح کردیں۔

معلوم ہوا کہ حضور کا منصب یہ ہے کہ آپ قرآنِ مجید کی آیات کے معنیٰ و مفہوم کو خوب اچھی طرح واضح فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے ارشادات کی روشنی کے بغیر قرآنی آیات کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھنا ناممکن ہے اور حضور نے قرآنی احکام کی جو تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ وحیٔ ربانی ہی کے ماتحت فرمائی ہے۔

سورہ توبہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے۔

(۱۶۱) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (التوبہ، ۸۴)

ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نمازِ جنازہ مشروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ السلام منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نمازِ جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خطبہ دیا کرتے تھے اور امت میں اسی طرح آج تک جاری ہے۔ سورۂ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱۶۲) وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا (الجمعہ، ۱۱)

جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جا سکتی۔ جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعے ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

علیٰ ہذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطورِ حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۶۳) وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا

جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اُڑاتے ہیں (المائدہ، ۵۸)

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس

کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآنِ حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا۔

(۱۴۴) وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔ (البقرۃ، ۱۴۳)	جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا —— جنگِ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اللہ تمہاری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا۔

(۱۴۵) وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ (آلِ عمران، ۲۶)	اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لیے خوشخبری بنایا ہے۔

ثابت ہوا۔ حضور علیہ السلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ وحی (غیر متلو) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔

جنگِ اُحد کے بعد حضور علیہ السلام نے غزوہ بدر ثانیہ کے لیے لوگوں کو چلنے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کی جانب سے تھا۔

(۱۴۶) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ	جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا۔ (آلِ عمران، ۱۷۲)

حضور علیہ السلام نے صدقات تقسیم کئے۔ اس پر منافقین نے اعتراضات کئے

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ظالمو! رسول کے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تقسیم جو رسول نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا۔

(۱۴۷) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (التوبہ ۵۹)	اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرما لیا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن نے اعلان کیا۔

(۱۴۸) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح ۱)	اے رسول ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی۔ حضور مَنْ اَنْبَاَكَ آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے فوراً جواب دیا۔ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (قرآن) مجھے میرے علیم و خبیر رب نے بتایا ہے کہ تم سے میرا راز افشا ہو گیا ہے۔ یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی اور حضور علیہ السلام دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصولِ قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لیجئے۔ قرآنِ مجید صرف اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کہہ کر

خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ امُور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (بخاری)	جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا۔ بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات حرام و حلال، نکاح و طلاق۔ غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور علیہ السلام ہی کی ذاتِ اقدس بنتی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اصولی احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کے لیے احادیثِ نبوی کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا جائے تو خود بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہے مگر صرف قرآنِ مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم نہیں ہو سکتے۔

۲۔ قرآن کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اصولی حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف قرآنِ مجید سے حلال و حرام اشیا کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام و حلال کی فہرست بنا لیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیاء کا یہ ہی حکم ہے؟۔

(۱۶۹) قرآن میں ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب، ۳۷)	پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دیدیا۔

دیکھئے یہ قرآن شریف کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآنِ مجید سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہوگی یا مثلاً ارشاد ہے۔

(۱۸۰) عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی (عبس ۱، ۲)	تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا

کیا صرف قرآن شریف سے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا۔ اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجئے۔ اس میں ہے۔

(۱۸۱) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ (التوبہ، ۴۰)	اگر تم رسول کی مدد نہیں کروگے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا۔

کیا صرف قرآنِ مجید سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کافروں سے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ کہ رفیقِ غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش ہوئے تھے۔

(۱۸۲) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (التوبہ، ۲۵)	اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے؟

(۱۸۳) وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ	اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے

خُلِّفُوْا (التوبہ، ۱۱۸)	معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؛

اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے۔ ارشاد ہے۔

(۱۴۶) لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (التوبہ، ۱۰۸)	جس مسجد کی بُنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اوّل دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان اُمور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

(۱۴۷) وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (الانفال، ۷)	اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

کیا صرف قرآن سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؛ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن میں تو ہے نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ ~~اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں~~ ~~۔ جو بخوف~~ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات (حدیث) کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔

بارگاہِ نبوّت میں عرضِ سلام

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے حد و حساب ہیں۔آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک ایسا ابدی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمت دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم و جلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا، بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن اُمت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔

اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (احزاب، آیت ۵۶)	(۱۸۶) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

حقیقت یہ ہے کہ حضور پر درود بھیجنا۔ حضور کے احساناتِ عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے۔ اپنے تعلق اور اپنی نیازمندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں حضور کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے اور حضور پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی اور فقہاء امت نے تصریح کی کہ:۔

جب بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی زبان پر آئے۔ آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ (ردالمختار شامی ج۱ ص۲۸۳)

عمر میں ایک مرتبہ حضور پر درود پڑھنا فرض ہے۔ نماز میں واجب اور عام اوقات میں مستحب۔ آیتِ بالا پر غور کیجئے۔ ملائکہ، ملک کی جمع ہے۔ جمع کا لفظ جب مضاف ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یصلون مضارع کا صیغہ ہے۔ حال و استقبال دونوں کے لیے آتا ہے۔ حال، ماضی کی طرح منقطع ہو جاتا ہے۔ مستقبل ختم نہیں ہوتا۔ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ قیامت تک جائے گا —— تو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حضور کا مقام یہ ہے خود وہ اور اس کے سب فرشتے، حضور کی ذات پر لاانتہا درود بھیجتے ہیں تو جو کام خود رب العلمین کرے، اپنے فرشتوں کو ملا کر کرے، اپنے بندوں کو اس کام کے کرنے کا حکم دے۔ یقیناً وہی سب سے اہم اور افضل ہے دیکھئے، اللہ تعالیٰ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہ اللہ کے کام نہیں بلکہ رسولِ کریم علیہ السلام کے کام عادت اور سنّت ہیں۔ لیکن درود بھیجنا، یہ اللہ کی سنت اور عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ بکمالِ لطف وکرم اپنے محبوب رسول کی ذات پر درود بھیجتا ہے تو عبادت حضور کی سنت اور درود بھیجنا اللہ کی سنت، جو نسبت خدا کو رسول سے ہے وہی نسبت خدا کی سنت کو رسول کی سنت سے ہے۔ جتنا خدا رسول سے افضل ہے اتنی ہی خدا کی سنت رسول کی سنت سے افضل ہے۔ اب اللہ کی سنت درود اور حضور کی سنت عبادت ہے۔ واضح ہوا کہ درود شریف سب عبادتوں سے افضل ہے۔

درود ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر لمحہ، ہر آن اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی فائدہ مند ہے۔ ہر عبادت میں قبول و عدم قبول کا امکان ہے۔ نماز پڑھی ممکن ہے قبول ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قبول نہ ہو لیکن درود شریف ہر وقت مقبول کیونکہ یہ اللہ کی سُنّت ہے۔ تمام عبادات ظنی القبول ہیں اور درود شریف یقینی القبول ہے۔ ظاہر ہے یقینی، ظنی سے افضل ہے اس لیے درود شریف

ہر عبادت سے افضل ہے۔

آیتِ بالا سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کی مجلسیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیاری ہیں۔ بحضور نبوی صلوٰۃ و سلام عرض کرنے سے مومن کو حضور کا قرب حاصل ہوتا ہے اور دلِ مسلم نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ درود شریف کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کارِ عظیم میں شریک ہے اور وہ پاک بے نیاز جو ساری کائنات کا رب اور کل جہان کا مالک و رازق ہے۔ جس کو کسی کی پرواہ نہیں، وہ بھی حضور کی ذاتِ اقدس پر درود بھیجتا ہے ——— نماز جو تمام عبادات سے افضل اور سب عبادتوں کی جامع عبادت ہے۔ اس میں بھی حُسن اور قبولیت اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ بحضور رحمۃ اللعالمین علیہ السلام، السلام علیک ایُّھا النبی عرض کیا جائے۔ حاجات کے لیے دعا مانگتے وقت بھی درود شریف ہی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام عرض کئے بغیر دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے (بخاری)

ہم تمھارے ہو کے کس کے پاس جائیں
صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجیے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ